قال تعالیٰ

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

چوں آیت ہذا کہ حاصل معنیش ابن اشعار مثنوی مرقومہ پیشانی صفحہ ادا می کنند
بعموم الفاظ خود امر است بفرح رابوجود باجود سید العابدین محبوب المعبود صلی اللہ علیہ وسلم الی الیوم الموعود کہ اعظم افراد فضل و رحمت است و نیز بخصوص مقام کہ در سیاق مدح قرآن کہ نور است ناہی است از ابتداع فرحے کہ سالانہ امتثالا للامر وانتہاء عن المنکرین

وعظ ہذا

مسمّٰی بہ

السرور

بظہور النور

وملقب بہ

ارشاد العباد فی عید المیلاد

کہ مظہر و مبین ست امر و نہی مذکورین او مظہر ست از لسان حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد اشرف علی صاحب تھانوی در اوائل ربیع الاول کہ مصداق ابیات ثلثہ مرقومہ پائین ست الاولات منقولان عن علی القاری والاخیر من الواعظ ۱۳۳۳ھ بیان آمد و بعد ضبط مولوی محمد عبداللہ بعد نظر ثانی صاحب الوعظ بقصد تبلیغ امر و نہی مذکورین خاکسار سید مرتضیٰ علی مرادآبادی

نے

بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ میں باہتمام منشی کریم بخش پرنٹر کے

چھپوایا

السرور کے طبع ہونے میں جو غلطیاں رہگئی ہیں اُن کا صحت نامہ

میرے مہربان کاتب صاحب نے جن پر مجھکو پورا اطمینان و اعتماد تھا اور یہ یقین تھا کہ وہ اس کتاب کو عمدہ طور پر تحریر فرماوینگے (جس کے باعث میں دوسرے کاتب سے لکھوانا پسند نہ کیا تھا) انھوں نے ملاقات کا خوب حق ادا کیا اول تو کاپیاں میری خیال کے خلاف بہت خراب تحریر فرمائیں - دوسرے تحریر میں بھی بہت زیادہ غلطیاں کردیں جنکو میں بوجہ علالت (چونکہ میں اس زمانہ میں بیمار ہوگیا تھا اور ابتک طبیعت صاف نہیں ہے) کے زیادہ غور سے نہ دیکھ سکا اور اکثر غلطیاں رہگئیں ہیں جس کا نہایت افسوس و صدمہ ہے ؀

بدیں وجہ ناظرین سے گذارش ہے کہ اول اس کتاب کی صحت فرمالیں اُسکے بعد کتاب ملاحظہ فرماویں: فقط

احقر سید مرتضیٰ علی مرادآبادی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
انتساب صفحہ خاص	۵	واعظ	وعظ
۲	۲	ابتدا	ابتداء
//	۱۵	محرم	محروم
۳	۱	کرمیا	کرلیا
//	۸	دینوی	دنیوی
//	۱۱	وجودیا وجود	وجودیا جود
//	۱۸	نہو	نہو
//	۳ ف	ترابہتان	نرابہتان
۴	۴	نہی	منہی
//	۹	حاشالعہ	حاشا اللہ
//	۱۹	چہترہ	چھترہ
//	۲۱	توبیشک	تودہ بیشک
//	۲۳	مادون فیہ	ماذون فیہ
۵	۱۶	لریں	کریں
//	۱۸	قاسدہ	فاسدہ
//	۲۰	ماجود	باجود
۶	۲	الکوکرہ	الکثوذکرہ
//	۶	سنہ دکدہ	سنن موکدہ
//	۲ ف	مجد	مجلس
۷	۱۱	مجنوب	محبوب
//	۱۷	مجب	محب
//	۲۲	پیزادہ	پیرزادہ
//	ف	عجیب	محبوب
۸	۱	کرتے میں	کرتے ہیں
//	۳	ذکرولادیت	ذکرولادت
//	۱۰	آیت کریمہ	آیت کریمہ
۹	۲۳	قلطی	غلطی
۱۰	۵	رندی نیت	رندی نیست
//	۱۴	اورنہیں سمجھتا	اوریہ نہیں سمجھتا
۱۲	۴	لیجاجاتاہے	لیجاتا ہے
//	۹	کہوڑے	گھوڑے
//	۱۳	لوگودوزو	لوگودوڑو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۱۹	بے انتا	بے انتہا
//	۲۲	کوتمک	کرُمک
۱۳	۲۱	اوربہت وربہت	اوربہت
۱۴	۱۳	تفتل	فصل
//	۲۲	طمت طائتمنہم	لمت طائفتہ منہم
۱۵	۲	بیتغوا	تبتغوا
//	۹	ویتغوا	وابتغوا
//	۱۳	تفسیر	تفسیر کے
۱۷	۱۶	معنظمہ	معظمہ
۱۷	۲ ف	ت شریفہ	نبوت شریفہ
۲۰	۲۲	بڑھادیتا	بڑھادیتاہے
۲۱	۴	دلبراست	دلبرباست
//	۱۲	ومقصود	تومقصود
۲۲	۶	تعیر	تغیر
//	۹	کرر	مکرر
//	۱۹	ین	میں
//	//	ودیا	دیدیا
۲۳	۴	باست ایست	راست راست
//	۱۵	ظاہرمال	ظاہرحال
//	۲۲	مستی میں	وقت مستی میں
۲۴	۱۳	ہلال	بلال
//	۱۵	ایک حبشی	ایک عبد حبشی
//	۱۹	اے بلال تم	اے بلال تم
۲۵	۱۰	اشعار	اشعار
۲۶	۱	عرض	غرض
۲۷	۲۳	جوچیز	جوچیزیں
۲۸	۵	سلسلہ	مسلسلہ
//	۱۴	لکہ	بلکہ
//	۱۷	منقد	منعقد
//	۲۰	حدث	حدیث
۳۰	۵	باقی سعیب	باقی جس کا سبب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰	۲۲	سبب	سب
۳۱	۶	فضائل منصوص ہوں جب	فضائل منصوص بھی نہیں
//	۷	حدیث میں آتی ہے	حدیث میں آتی ہے
//	۲۲	عید فانی	عید زمانی
۳۳	۷	اسدلال	استدلال
//	۱۰	جنس ستثنی منہ	جنس مستثنی منہ
//	۱۸	تشریف اور	تشریف لائے اور
//	۲۳	القعاء	القاء
۳۴	۴	سی طرح	اسی طرح
//	۹	ذبان	زمان
//	۱۳	سکے عدم	اسکے عدم
//	۲۲	آخرمیں کردیجاویگی	آخرمیں ملحق کردی جاویگی
۳۵	۱۹	اعتدلال	اعتدال
۳۶	۲	منکرین	منکر
//	۵	عیداولادلنا	عیدالاولنا
۳۷	۳	الملکت	المکلت
۳۸	۸	وغیرہ ہما	وغیرہما
//	۱۹	لک	ملک
//	۲۲	سبب کے	توسبب کے
۴۰	۳	اورسکانام	اوراسکانام
//	۸	جب ہی	جب اتنی
۴۳	۱۸	ھی	بھی
//	۱۹	بتداع	ابتداع
//	۲۰	لیونکہ	کیونکہ
//	۲۳	عبدنا	عیدنا
۴۴	۵	حطبہ پر	خطبہ پر
۴۵	۸	ضمیراجمع	ضمیرراجع
//	۱۰	اگز	اگر
//	۲۲	حاجت نہی	حاجت نہتھی

قال تعالی قل بفضل اللہ وبرحمة فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون

حضرت حکیم الامۃ جامع شریعت وطریقت جناب مولانا الحاج الحافظ القاري محمد اشرف علي صاحب تهانوي مدفیوضہم کا واعظ مسمی بہ

السرور

بظہور النور

ملقب بہ

ارشاد العباد في عید المیلاد
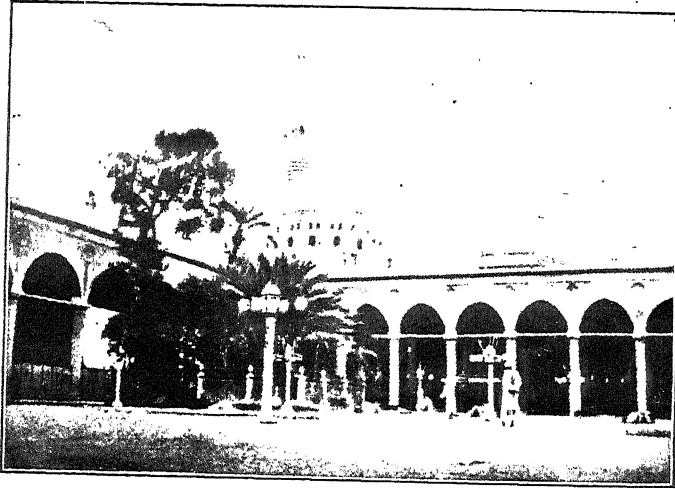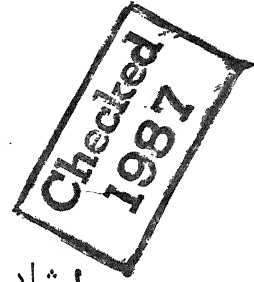
(نقشہ حرم نبوي صلی اللہ علیہ و سلم)

جسکو حضرت مولانا ممدوح نے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۳ ہجري کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد تھانہ بھون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کي ولادۃ شریفہ پر فرح کا مامور بہ ہونا اور عید میلاد النبي پر مفصل بیان فرمایا اور جناب مولوي محمد عبد اللہ صاحب گنگوہي نے منضبط فرمایا -

تمہید وعظ السرور

بعد الحمد والصلوٰۃ آنکہ مجالس میلاد مروجہ کا منکر ہونا تو حضرات علماء محققین کے بہت سے رسائل و رقاوے سے واضح ہوچکا ہے۔ لیکن چند سال سے بعض شائقین ایجاد فی الدین اور بعض نو تعلیم یافتہ حضرات نے ایک اور نئی رسم ایجاد کی ہے کہ ۱۲۔ ربیع الاول کو عید مناتے ہیں اور اُس کا نام **عید میلاد النبی** قرار دیا ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سچّے جان نثاروں پر یہ اتہام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ حضور کے ذکر شریف پر فرح کے اظہار کے مانع ہیں اور افسوس یہ ہے کہ بہت سے سیدھے سادے بھولے بھالے خالی الذہن عوام بھی ان کی رنگ آمیزی میں آکر حضرات علماء حقانیین کے فیوض سے بھی محروم رہتے ہیں اور اُن کے عقائد میں بھی تزلزل آجاتا ہے اِس لئے کہ غیر دین کو دین سمجھ لینا بہت سخت امر ہے بنا برین حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت حضرتِ مولانا **اشرف علی صاحب** دامت برکاتہم نے چند روز سے اس کا التزام فرمالیا ہے کہ اس کے متعلق ہر سال ماہ ربیع اول میں بیان ہوجایا کرے تاکہ تنبیہ کا تجدد ہوجایا کرے چنانچہ **سنہ ۱۳۳۱ و سنہ ۱۳۳۲** ھ کے ربیعین میں دو وعظ اسی مبحث میں **النور** اور **الظہور** کے نام سے شائع ہوچکے ہیں امسال بھی حسب معمول اسی مبحث میں وعظ فرمایا اور اس وعظ میں نفس فرح علی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مامور بہ ہونا اور **عید المیلاد** مروج کا قرآن و حدیث و اجماع و قیاس چاروں دلائل کے خلاف ہونا فقہی طرز سے بیان فرمایا ہے اور مخالفین کو جن دلائل سے تمسک کی گنجائش تھی اُنکے شافی جوابات بھی بیان فرمادئے اور یہ بیان ایسا مفید و نافع ہوا کہ جن کیطرف سے سخن تھا اُنکے لئے تو خصوصیت کیساتھ نافع ہونا ظاہر ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سے علمی مضامین اور نکات اور حقائق و دقائق پر مشتمل ہونیکے سبب قاطبۃً اہل علم اور طلبہ اور جو علم دین سے کچھ بھی دلچسپی اور مس رکھتے ہیں اُنکو بھی اپنی معلومات بڑھانے کا بہترین ذریعہ اور بہت سے ایسے اغلاط اور شبہات و شکوک کو زائل کرنیوالا تھا۔ کہ جنکا زائل ہونا دین کی حیثیت سے ضروری ہے اور سب سے بڑا نفع جو یہ ناکارہ حضرت مولانا کے اس وعظ اور جمیع مواعظ کے مطالعہ میں سمجھ رہا ہے وہ یہ ہے کہ انکے بار بار بکثرت دیکھنے سے دین کی محبت قلب میں راسخ اور جاگزین ہوجاتی ہے پس چونکہ یہ وعظ اتنے فوائد کو مشتمل تھا اسلئے جناب حاجی سید مرتضیٰ علی صاحب مرادآبادی اور جناب عنایت علی خانصاحب جلال آبادی اور منشی فضل الرحمن صاحب نے شوق ظاہر فرمایا کہ اسکو ہم طبع کراکر شائع کرینگے چنانچہ النور و الظہور کیطرح اس وعظ کو بھی مواعظ کے سلسلہ سے علیحدہ کرکے مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کیا جاتا ہے امید ہے کہ جو حضرات اس سے نفع اُٹھائیں وہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کیلئے کہ جو سرچشمہ اس فیض کے ہیں اور اس ناکارہ ضبط کنندہ کیلئے اور شائع کنندگان کیلئے بھی دعائے حسن خاتمہ فرمادیں گے:۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم:۔۔۔ الراقم احقر محمد عبد اللہ عفی عنہ گنگوہی

فہرست مضامین وعظ السرور بظہور النور ملقب بہ ارشاد العباد فی عید المیلاد

تمت

این	متی	کم	کیف	لم	ماذا	من ای شان	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہان ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	بیٹھکر یا کہڑے ہوکر	کیون ہوا	کیا مضمون تہا	کس طبقہ کو زیادہ مفید ہے	کس نے لکہا	سامعین کی تخمینا تعداد	متفرقات
جامع مسجد تہانہ بہون	سنہ ۱۳۳۳ھ ۱۲ ربیع الاول	۳ گھنٹہ بعد نماز جمعہ سے قریب مغرب تک اور درمیان مین نماز عصر بھی ہوئی	بیٹھکر	تمہید مین مذکور ہے	مضمون کی دلالت شرح پر شروع تا ماموربہ ہونا اور عید میلاد النبی پر مفصل کلام	عموماً و خصوصاً عاملین رائج میلاد النبی کو	مولوی محمد سعید صاحب گنگوہی	۱۵۰	اہل علم کا مجمع کم اور متوسطین وعوام کا زیادہ تہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولٰنا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون ○ قبل اسکے کہ اس آیت کے متعلق مین کچہہ بیان کرون اول بطور تمہید یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ چند سال سے میرا معمول ہو کہ ماہ ربیع الاول کے شروع مین ایک وعظ اس ماہ مین افراط و تفریط کرنیوالون کی اصلاح کے

متعلق کہا کرتا ہوں اور ضمن تبعاً و استطراداً ادر فوائد علمیہ و نکات و حقائق کا بیان بھی آجاتا ہے
امسال بھی ایسا ہی خیال تھا کہ ابتداء ربیع الاول میں ایسا وعظ ہو جائے لیکن وجہ التوا یہ ہوئی کہ
ہمارے مدرسہ کے متعلق ایک مکان طلبہ کیلئے بنا ہے خیال یہ ہوا کہ اس مکان میں اُسکے افتتاح
کیساتھ یہ وعظ ہوتا کہ اس مکان میں برکت ہو لیکن اُسکے افتتاح میں بعض امور کا انتظار تھا اتفاق سے
وہ جملہ امور دوشنبہ کے روز ختم ہوئے چنانچہ اُس روز ارادہ بیان کا ہوا لیکن بعض احباب کی رائے
ہوئی کہ جمعہ کے روز جامع مسجد میں یہ بیان ہوتا کہ اور لوگ بھی منتفع ہوں اس وجہ سے اس بیان
میں دیر ہوئی اور عجیب اتفاق ہے کہ آج ۱۲ ربیع الاول ہے اسی تاریخ میں لوگ افراط تفریط کرتے ہیں اس
تاریخ کا بالتخصیص ارادہ نہیں کیا گیا اور نہ نعوذ باللہ اس تاریخ سے ضد ہے بلکہ الحمد للہ ہم اسمیں برکت
کے قائل ہیں مگر یہ اتفاقی بات ہے کہ اس بیان کا اس تاریخ سے اقتران ہو گیا اور یہ حق تعالیٰ کا
فضل ہے کہ متبع سنت کو اللہ تعالیٰ بلا قصد برکات عنایت فرما دیتے ہیں کہ جنکا متبع رسوم و بدعات ارتکاب
بدعات کیساتھ قصد کرتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جو شئے دائر بین السنۃ والبدعۃ ہو تو اُس
سنت کو ترک کر دینا چاہئے پس یہ تاریخ اگرچہ بابرکت ہے اور حضور صلعم کا ذکر شریف اسمیں باعث مزید
برکت کا ہی لیکن چونکہ تخصیص اسکی اور اُس میں اس ذکر کا التزام کرنا چونکہ بدعت ہے اسلئے اس تاریخ
کی تخصیص کو ترک کر دینگے ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس تخصیص کے مفسدہ سے بھی محفوظ رکھا اور اس تاریخ
کی برکات سے بھی محروم نہیں رکھا اور عجیب بات ہے کہ اگر دوشنبہ کے روز بیان ہوتا تو ہمکو اُس دن
کی بھی برکت حاصل ہوتی اسلئے کہ حضور کی ولادت شریفہ اس یوم میں ہوئی ہے اور نیز بعض محققین
اس طرف گئے ہیں کہ ولادت شریفہ ۸ ربیع الاول کو ہوئی ہے اور دوشنبہ کو آٹھویں ہی تاریخ تھی
پس اس قول کے موافق ہمکو یوم البرکت اور تاریخ البرکت دونوں سے حصہ مل جاتا اور جمہور کے قول
کے موافق ۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت شریفہ ہے اسلئے اب بھی اس تاریخ کی برکت سے محرومی نہ رہی
بلکہ اب دو برکتیں حاصل ہو گئیں یوم کی بھی اور تاریخ کی بھی اسلئے کہ دوشنبہ کے روز نیت بیان کی تھی اور
مومن کی نیت پر بھی ثواب کا وعدہ ہے یوم کی برکت یوں حاصل ہو گئی اور آج ۱۲ تاریخ ہے اسکا وقوع
ہو گیا تاریخ کی برکت اس طرح حاصل ہو گئی یہ برکت ہے اتباع سنت کی اور ہر چند کہ اس یوم میں افراط
تفریط کے متعلق بیان کرنا زائد معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ جو افراط تفریط کرنا تھا آج اُن لوگوں نے

کردیا ہوگا پس اب اس بیان سے کیا فائدہ مگر یہ ایام چونکہ پھر بھی انشاء اللہ تعالیٰ آنے والے ہین اور نیز علاوہ ربیع الاول کے اور دنون مین بھی لوگ ایسی مجالس منعقد کرتے ہین اور اُس مین حدود شرعیہ سے تجاوز ہوتے ہین اسلئے اسکے متعلق بیان کردینا خالی از نفع نہین یہ مضمون تو بطور تمہید کے تھا اب آیت شریفہ کے متعلق عرض کرتا ہون جاننا چاہیے کہ اس مین کسی مسلمان کو شک و شبہ نہین ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر نعمت قابل شکر ہے خاصکر جو بڑی نعمت ہو پھر خصوص دینی نعمت اور دینی نعمتون مین سے بھی خاصکر جو بڑی نعمت ہو پھر اُن مین بھی خصوص وہ نعمت جو اصل ہی تمام دینی و دنیوی نعمتون کی اور وہ نعمت کیا ہی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کہ حضور سے دینی نعمتون کے توفیوض دنیا مین فائض ہوئے ہی ہین دنیوی نعمتون کے سرچشمہ بھی آپ ہی ہین اور صرف مسلمانون ہی کے لئے نہین بلکہ تمام عالم کیلئے چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی نہین بھیجا ہمنے آپکو اے محمد صلی اللہ علیہ سلم مگر جہانون کی رحمت کیواسطے دیکھئے عالمین مین کوئی تخصیص انسان یا غیر انسان یا مسلمان و غیر مسلمان کی نہین ہی پس معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ سلم کا وجود باوجود ہر شئے کیلئے باعث رحمت ہے خواہ وہ جنس بشر سے ہو یا غیر جنس بشر سے اور خواہ حضور سے زماناً متاخر ہو یا متقدم متاخرین کیلئے رحمت ہونا تو بعید نہین لیکن پہلون پر رحمت ہونے کیلئے بھی حضور کا ایک وجود سب سے پہلے پیدا فرمایا اور وہ وجود نور کا ہے کہ حضور اپنے وجود نوری سے سب سے پہلے مخلوق ہوئے ہین اور عالم ارواح مین اس نور کی تکمیل و تربیت ہوتی رہی آخر زمانہ مین اس اُمت کی خوش قسمتی سے اُس نور نے جسد عنصری مین جلوہ گر و تابان ہوکر تمام عالم کو منوّر فرمایا پس حضور اوّلاً و آخراً تمام عالم کیلئے باعث رحمت ہین پس جب حضور کا وجود تمام نعمتون کی اصل ہونا عقلاً و نقلاً ثابت ہوا تو ایسا کون مسلمان ہوگا کہ جو حضور کے وجود باجود پر خوش نہو یا شکر نہ کرے پس ہم پر یہ خالص تہمت اور محض افترا اور نرا بہتان ہے کہ توبہ توبہ نعوذ باللہ کہ ہملوگ حضور کے ذکر شریف یا اُس پر خوش ہونے سے روکتے ہین حاشا وکلا حضور کا ذکر تو ہمارا جزو ایمان ہے ہان جو شئے خلاف اُن قوانین کے ہوگی جنکی پابندی کا ہمکو خود حضور نے حکم فرمایا ہے اس سے البتہ ہم روکینگے اگرچہ فی نفسہٖ وہ شئے مستحسن ہو اور شریعت مین اُسکے نظائر بکثرت موجود ہین دیکھو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ قبلہ سے منہ پھیر کر نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ

یوم النحر اور یوم الفطر مین روزہ رکھنا حرام ہے اور یہ بھی سب جانتے ہین کہ ایام تشریق مین افطار ضروری ہے
اور یہ بھی تمام امت کا مسئلہ مسلمہ ہے کہ ماہ محرم مین حج نہین ہوسکتا اور بغیر محل حج مکہ ہی ہے یعنی
بجز حج ممکن نہین دیکھئے نماز روزہ حج فرض ہین لیکن خلاف قاعدہ و قانون شریعت چونکہ کیے گئے
اس لیے وہ بھی منہی عنہا ہوگئے اور انکے ممنوع ہونیکو آپ بھی تسلیم کرتے ہین پس اگر کوئی ایسے
نماز روزہ حج کو منع کرے تو اوس کو کوئی عاقل یون نہ کہے گا اور یہ تہمت اوس پر نہ لگائیگا کہ یہ شخص
نماز روزہ حج سے روکتا ہے اگر نماز روزہ سے روکتا تو خود ہی ان پر کیون عامل ہوتا اسی طرح مسئلہ
متنازعہ فیہا کے اندر سمجھو کہ ہمارے حضرات کی نسبت یہ کہنا کہ یہ لوگ حضور کی ولادت شریفہ کے
ذکر یا اس پر خوش ہونے کو منع کرتے ہین یہ نری تہمت اور افترا ہے سبحانک ھذا بھتان عظیم ۝
حاشا للہ ہم ہرگز منع نہین کرتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ ہر شئے کا ایک طریق ہوتا ہے جب شئے اوس
طریق سے کیجاوے تو وہ پسندیدہ ہے ورنہ ناپسند اور قابل منع کرنیکے ہے دیکھئے تجارت ہے
اوسکے لیے گورنمنٹ نے خاص خاص قوانین مقرر کرتے ہین اگر کوئی شخص ان قوانین کے خلاف
تجارت کریگا تو وہ ضرور قوانین کی خلاف ورزی مین ماخوذ ہوگا چھرہ بارود کی تجارت وہی کرسکتا ہے
جسنے لیسنس حاصل کرلیا ہو اسی طرح شریعت مین بھی ہر شئے کا قاعدہ اور قانون ہے جب اسکے خلاف کیا
جاویگا تو وہ ناپسند اور منہی عنہ ہوجائیگی پس حضور کی ولادت باسعادت کا ذکر مبارک عبادت ہے
لیکن دیکھنا چاہیے کہ قانون ان حضرات یعنی خود حضور اور صحابہ رضی اللہ عنہم جنکے اقتدا کا ہمکو حکم ہے
انھون نے اس عبادت کو کس طرز اور کس طریق سے کیا ہے اگر آپ لوگ اوسی طریق سے کرین
تو سبحان اللہ کون اوس سے روکتا ہے اور اگر اس طریق سے نکیا جاوے تو بیشک شئے قابل روکنے
کے ہے۔ اب فرماتے ہیں کہ کیا ہم لوگ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روکنے والے ہین اسکی تو
ایسی مثال ہے جیسے کوئی چھرہ بارود کی تجارت کو لیسنس نہونیکی وجہ سے منع کرے اور اوس کو یہ کہا جاوے
کہ یہ تو تجارت کو منع کرتے ہین پس نفس فرح و سرور علی ذکر الرسول کو کوئی منع نہین کرتا کہ وہ تو عبادت
ہے ہان جب اسکے ساتھ اقتران منہی عنہ کا ہوگا تو بیشک قابل ممانعت ہے۔ فرح اور سرور
ہی کو دیکھ لیجئے کہ اسکی نسبت قرآن مجید مین ایک مقام پر تو ہے لا تفرح اور دوسرے مقام پر
ارشاد ہے فلیفرحوا جیسا اس آیت مین ہے معلوم ہوا کہ بعض فرح کے افراد ماذون فیہ ہین اور

بعض منہی عنہا اور ظاہر ہے کہ اعمال اخرویہ مین ہمارے لئے معیار شریعت ہے پس شریعت کے قواعد سے جو
فرحت جائز ہی اسکی تو اجازت ہی اور جو ناجائز ہے وہ ممنوع ہی چنانچہ جس جگہہ لا تفرح ہی وہان دنیوی فرحت مراد ہے
مگر وہی فرحت جو حدود سے تجاوز ہو ورنہ نفس فرح نعمت دنیویہ پر بھی لوازم شکر سے ہے اور جہان امر کا
صیغہ ہے وہان نعمت دینی پر فرحت مقصود ہے لیکن وہی فرح جس مین قواعد شریعت سے تجاوز نہو مثلاً
اگر کوئی نماز پر کہ وہ نعمت دینی ہے خوش ہو اور خوشی مین آکر یہ کرے کہ بجائے چار رکعت کے پانچ رکعت
پڑہنے لگے تو بجائے اس کے کہ ثواب ہو الٹا گناہ ہوگا اسلیئے کہ اُسنے شریعت کے قواعد سے تجاوز
کیا خود ذکر رسول کہ جس مین اختلاف ہی اُسی کو لیجیئے کہ مسئلہ متفق علیہا ہے کہ جو شخص چار رکعت والی نماز
مین قعدہ اولیٰ مین تشہد کے بعد اللہم صل علی محمد پڑھے تو نماز ناقص ہوگی حتیٰ کہ سجدہ سہو سے
وہ نقصان منجبر ہوگا اگر سہواً ایسا کیا دیکھیئے درود شریف کہ جسکی نسبت ارشاد ہے من صلی علی مرۃ
صلی اللہ علیہ عشراً او کما قال یعنی جو شخص درود بھیجے مجھ پر ایک مرتبہ اُس پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ
رحمت فرماوینگے اور بے موقع کونسا نماز لیکن حکم شرعی یہ کہ نماز مین نقصان آجائیگا تو اسکی آخر کیا وجہ
ہے سہ بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ؛ ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ ؛ خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ؛ سپیدا سعدی کہ راہ صفا ؛ توان رفت جز بر پئے مصطفےٰ ۔ پس حضور نے
جو موقع درود شریف کا نماز مین مقرر فرمادیا ہے چونکہ اُس سے تجاوز ہوا ہے اسلیئے نماز مین نقصان آیا
اگرچہ درود شریف فی نفسہ عبادت ہی اور یہ مسئلہ ایسا ہی کہ اس پر اہل بدعات کا بھی اتفاق ہے
اسلیئے کہ وہ بھی حنفی ہین پس اُن کو چاہیئے کہ امام صاحب رح پر اعتراض کرین اور اُن پر بھی یہ تہمت
لگائین کہ وہ توبہ توبہ ذکر رسول سے منع کرتے ہین اور وہ بھی وہابی تھے پس اے حضرات خدا سے
ڈرئیے اور اس مادہ فاسدہ کو اپنے دماغ سے نکالیئے ورنہ اسکا اثر دور دور تک سرایت کریگا
اور احکام مین نظر انصاف اور حق طلبی سے غور فرمائیے پھر اگر شبہات رہین تو شائستگی اور تہذیب سے
اُن کو رفع فرمائیے اور خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ جب قرآن مجید مین خود حضور کے وجود باجود کی
نسبت (کما سیجئی فی تفسیر الآیہ مفصلاً) صیغہ امر فلیفرحوا موجود ہے تو اس فرحت کو
کون منع کرسکتا ہے غرض حضور کی ولادت شریفہ پر فرحت اور سرور کو کوئی منع نہین کرسکتا
اور یہ امر بالکل ظاہر تھا لیکن مین نے اس مین اسلیئے تطویل کی کہ ہم پر یہ افترا ہے کہ گویا حضور کے

ذکر کو منع کرتے ہین صاحبو! حضور کا ذکر مبارک تو وہ شئے ہے کہ اگر اُس پر اجر کا بھی وعدہ نہو تا
تو خود حضور کی محبت بمقتضائے من احب شیئاً اکثر ذکرہ اسکو مقتضی ہی کہ آپکا ہر وقت ذکر کیا کرتے
اور چونکہ حضور کا ذکر عین عبادت ہے اسی واسطے حق تعالیٰ نے خود مقدر مواقع آپکے ذکر کے مقرر
فرمائے ہین کہ مسلمان تو لامحالہ ذکر ہوہی جاوے دیکھئے نماز کے اندر ہر قعدہ مین السلام علیک
ایھا النبی موجود ہے اور قعدے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا مین دو دو ہین اور فجر مین ایک
تو کل نو قعدے ہوئے اور سنت موکدہ اور وتر مین لیجئے ظہر مین تین مغرب مین ایک عشا مین تین اور
صبح مین ایک تو کل سترہ قعدے ہوئے پس یہ سترہ مرتبہ حضور کا ذکر ہوا پھر پانچون وقت فرائض نفل
اور سنن و وتر کے قعدے اخیرہ مین کل گیارہ مرتبہ درود شریف بھی پڑھا جاتا ہے پس سترہ اور
گیارہ کل اٹھائیس بار تو لامحالہ ہر مسلمان کو آپکا ذکر مبارک کرنا روزانہ ایسا ضروری ہی کہ اس سے
کسیطرح مفر ہی نہین پھر پانچون وقت اذان اور تکبیر ہوتی ہے جسمین اشہد ان محمد رسول
اللہ موجود ہے جسکو موذن اور سننے والا دونون کہتے ہین پھر ہر نماز کے بعد دعا بھی سبھی مانگتے ہین
اور دعا کے آداب مین سے کر دیا گیا ہے کہ اسکے اول و آخر درود شریف ہو غرض اس حساب سے اٹھائیس
سے بھی زیادہ تعداد حضور کے ذکر شریف کی ہوگی اور یہ تو وہ مواقع ہین کہ ان مین پڑھے بے پڑھے
سب شامل ہین اور جو طالب علم حدیث شریف پڑھتے ہین وہ تو ہر وقت حضور ہی کے ذکر مین رہتے
ہین اسلئے کہ ہر حدیث کے شروع مین آپکے نام مبارک کیساتھ درود شریف موجود ہے چنانچہ
احادیث کی کتابین اٹھا کر دیکھئے ان مین جابجا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اور عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقع ہی اور درمیان مین بھی جہان کہین حضور کا
اسم مبارک آیا ہے وہان بھی درود شریف موجود ہے گویا حضور کے ذکر کو ایسا گوندھ دیا ہے کہ
بغیر ذکر کے مسلمان کو چارہ نہین مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے
پوچھا تھا کہ ذکر ولادت آپکے نزدیک جائز ہے یا ناجائز انھون نے فرمایا کہ ہم تو ہر وقت ذکر ولادت
کرتے ہین اسلئے کہ ہر وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہین اگر آپ پیدا نہوتے
تو ہم یہ کلمہ کہان پڑھتے پس محبت کا مقتضی تو یہ ہے کہ آپکا ہر وقت ذکر ہو اور اسکے لئے اسکی
ضرورت نہین کہ اسکے لئے مجالس منعقد کی جاوین اور مٹھائی منگائی جاوے تب ذکر ہو عاشق اور

حضور کے ذکر شریف سے کسی مسلمان کو مفر نہین ہے

محبت کا مقتضا یہ ہے کہ حضور کا ذکر ہر وقت ہو اسکے لئے مجالس منعقد کرنے کی ضرورت نہین

محب کو اتنی دیر کیسے صبر آسکتا ہے دیکھو کسی سے اگر محبت ہو جاتی ہی تو محب کی کیا حالت ہوتی ہی
کہ ہر وقت اُسکی یاد مین بیقرار رہتا ہی اگر اُس سے کوئی کہے کہ میان ذرا ٹھیر جاؤ ہم مجلس آرائی
کرلین اور مٹھائی منگالین اُس وقت ذکر کیجیو دیکھیگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری محبت کاذبہ ہے
کہ جو اتنی دیر تک تم ذکر محبوب سے صبر کرتے ہو محبت تو وہ شئے ہے جیسے مجنون کی حالت تھی ؎

دید مجنون را یکے صحرا نورد	در بیابان غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود و انگشتان قلم	می نمود بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنون شیدا چیست این	می نویسی نامہ بہر کیست این
گفت مشق نام لیلےٰ میکنم	خاطر خود را تسلی میکنم

تبلاسے اگر مجنون کو اس حالت مین کوئی یہ کہتا کہ ذرا ٹھہر جاؤ ہم مجلس بنالین اور مٹھائی منگالین
اُس وقت لیلی کا ذکر کرنا تو وہ یہ جواب دیگا کہ سلام ہے ایسی مجلس کو اور ایسی مٹھائی کو جو میرے
اور میرے محبوب کے درمیان مین حجاب ہو اور ہمنے تو اکثر مجالس میلاد والون کو یہی دیکھا ہے کہ یہ
محبت سے بالکل خالی ہوتے ہین اسلیئے کہ بڑا معیار محبت کا محبوب کی اطاعت ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

تعصی الرسول وانت تظہر حبہ	ھذا العمری فی الفعال بدیع
لوکان حبک صادقا لاطعتہ	ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور اُنکی محبت کو ظاہر کرتا ہے اپنی جان
کی قسم یہ امر افعال عجیبہ مین سے ہے اگر تیری محبت صادق ہوتی تو ضرور تو حضور کی اطاعت
کرتا اسلیئے کہ محب محبوب کا مطیع ہوتا ہے اور ان مولد پرستون کو دیکھا ہے کہ مجلس میلاد کا اہتمام
کرتے ہین بانس کھڑے کرتے ہین اُن پر کپڑے منڈھ رہے ہین اور سامان روشنی کا فراہم
کرتے ہین اور اس درمیان مین جو نماز دن کیوقت آتے ہین تو نماز نہین پڑھتے اور ڈاڑھی کا صفایا
کرتے ہین کیون صاحب کیا محبین رسول کی ایسی ہی صورتین اور یہی اُنکی حالت ہوتی ہو کیا بس حضور کا
اتنا ہی حق ہی کہ پانچ روپیہ کی مٹھائی منگاکر تقسیم کر دی اور سمجھ لیا کہ ہمنے رسول کا حق ادا کر دیا کیا آپ
لوگون نے حضور کو نعوذ باللہ کوئی پیشہ ور پیرزادہ سمجھا ہے کہ تھوڑی سی مٹھائی پر خوش ہو جاوینگے تھوڑے
سے نذرانہ پر راضی ہو جاوین توبہ توبہ نعوذ باللہ یاد رکھو حضور ایسے محبین سے خوش نہین ہین سچے محب

وہ ہین جو اقوال و افعال وضع انداز ہر شئے مین حضور کا اتباع اور اطاعت کرتے ہین میرے ایک
دوست حافظ اشفاق رسول نامی ہین وہ ذکر رسول کے فریفتہ ہین وہ کبھی کبھی محبت کیوجہ سے
ذکر ولادت مروج طریق سے کیا کرتے تھے اُنھون نے خواب مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ
فرماتے ہین کہ ہم اُسکی شفاعت نکرینگے جو ہماری بہت تعریف کرے ہم اُسکی شفاعت کرینگے جو ہماری
اطاعت کرے مطلب اسکا یہی ہے کہ جو شخص نرا دعوی کرتا ہو اور نعتیہ اشعار بہت پڑھتا ہو لیکن اطاعت
کرتا ہو تو اُسکی شفاعت نہ کرینگے مینے جو اصلاح الرسوم کتاب لکھی ہے اُس مین ایک فصل ذکر میلاد کے
متعلق بھی ہے چنانچہ وہ فصل طریقہ مولد کے نام سے علیحدہ بھی طبع ہوگئی ہے تو جب یہ کتاب لکھی
گئی تو مجلس میلاد کے متعلق کانپور مین لوگون نے بہت شور کیا اسی اثنا مین ایک شخص صالح نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور اس اختلاف کے متعلق حضور سے دریافت کیا کہ اس مین
صحیح کیا ہے تو حضور نے فرمایا کہ اشرف علی نے جو لکھا ہے وہ سب صحیح ہے مین نے
حضور کے حالات مین جو کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب لکھی ہے اُسکے آخر مین ان دونون
خوابون کو مفصلاً درج کردیا ہے لیکن میری غرض ان خوابون کے ذکر کرنے سے مدعا کا اثبات نہین ہے
اثبات مدعا کیلئے تو مستقل دلائل ہین یہ تو محض تائید اور مزید اطمینان کیلئے لکھدیا ہے۔
خلاصہ اسکا حاصل حضور کا وجود باجود اصل ہے تمام نعمتون کی اور اُس پر شکر اور فرحت مامور بہ ہے چنانچہ
جو آیت مین نے تلاوت کی ہے اُس مین اسی نعمت کا ذکر اور اُس پر فرح کا امر ہے تفصیل اس اجمال
کی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ سے پہلے قرآن مجید کی شان حق تعالی نے ارشاد فرمائی ہے چنانچہ
ارشاد ہے یا ایہا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی
ورحمۃ للمومنین یعنی اے لوگو تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نصیحت اور دلکے
امراض کے لئے شفا اور مومنین کیلئے ہدایت ورحمت آئی ہے اس مین حق تعالی نے قرآن
مجید کی چار صفتین بیان فرمائی ہین موعظۃ۔ شفا۔ ہدی۔ رحمۃ موعظۃ کہتے ہین وہ کلام جو بری
باتون سے روکنے والا ہے اور شفا اُسکی صفت بطور ثمرہ کے فرمائی ہے یعنی نتیجہ اور ثمرہ
اس موعظت پر عمل کرنیکا یہ ہے کہ دلون کے اندر جو روگ ہین اُن سے شفا حاصل ہوگی
یہان سے ایک تصوف کا مسئلہ مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے یہ تو ظاہر ہے کہ ہم لوگ گناہ مین مبتلا

تفسیر آیت کریمہ مذکورہ صدر وعظ

بعض سالکین کا ایک سخت مغالطہ اور اسکا حل

ہین اور شب و روز ہمسے لغزشین ہوتی ہین لیکن اس ابتلا کیساتھ دو قسم کے لوگ ہین ایک تو وہ ہین کہ گناہ کرتے ہین اور انکو اسکا کچھہ احساس نہین ہوتا اور ایک وہ جنکو احساس ہوتا ہی سو الحمد للہ کہ ہم گو پسلتے ہین اور گناہ ہم سے صادر ہوتے ہین لیکن اندہے نہین ہین کہ اس کی خبر ہی نہو کہ راستہ کدہر ہے الحمد للہ اللہ تعالےٰ نے آنکھین عطا فرمائی ہین گو بعض وقت نفس کے غلبہ و شرارت سے اُنسے کام نہ لین پس اُن آنکھونسی ہمکو صاف نظر آتا ہے کہ جب کوئی کبھی گناہ ہوا ہے اُس سے قلب مین ایک روگ پیدا ہو گیا اسی روگ کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہین بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون یعنی بلکہ اُنکے دلون پر اُنکے اعمال کے زنگ کا غلبہ ہو گیا ہے اور اسی کی نسبت حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو قلب پر ایک داغ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرے تو وہ مٹ جاتا ہے ورنہ بڑہتا ہے مولانا اُسی کو فرماتے ہین ؎

ہر گناہ زنگیست بر مرآۃ دل		دل شود زین زنگہا خوار و خجل	
چون زیادت گشت دل را تیرگی		نفس دون را بیش گردد خیرگی	

غرض گناہ کے اندر خاصہ ہے کہ قلب مین اُس سے ایک روگ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر اُسکا تدارک کیا گیا تو وہ روگ اور بڑہجاتا ہے یہان پر بعض اہل سلوک کو ایک عجیب دہوکا ہوا ہے اور ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ شیطان انکو گناہ کی رغبت دیتا ہے اور ساتھہ ہی اُنکے قوت نور ایمان گناہ سے روکتی ہے جس سے وہ رک جاتا ہے لیکن شیطان تو اس سے بہت زیادہ پڑہا ہوا ہے وہ جب دیکھتا ہے کہ اس طور سے میرا قابو نہین چلتا تو وہ گناہ کی اندر ایک دینی مصلحت بتاتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ اگر تمنے یہ گناہ نکیا تو ہمیشہ تمہارے دلمین یہ کانٹا سا کھٹکتا رہیگا اور اگر ایکدفعہ دل بھر کر کر لوگے تو دل مین سے اس کا وسوسہ جاتا رہیگا بس اس سے فراغت ہو جائیگی اسمین بڑے بڑے سمجھدار لوگ مبتلا ہو جاتے ہین لیکن مومن کامل کو اللہ تعالیٰ نے ایک نور عطا فرمایا ہے کہ وہ اُسکے لاکھون تار و پود کو اُس نور کے ذریعہ سے توڑ پھوڑ دیتا ہے (چنانچہ عنقریب اس مغالطہ کا حل آتا ہے) اسیواسطے تو حدیث شریف مین آیا ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ گران ہے کسی نے اس مضمون کو نظم بھی کر دیا ہے ؎ فان فقیہا واحدا متورعا ؛؛ اشد علی الشیطان من الف عابد۔ یہ غلطی ہے جو اہل سلوک کو ہوتی ہے اور اہل سلوک کو جو غلطی ہوتی ہے در اصل غلطی بھی ہے اور نہ ہ بہت

سخت ہوتی ہے اسی واسطے ایک بزرگ فرماتے ہین کہ ہمکو تو گناہ سے اندیشہ ہے اور ہمکو کفر سے اندیشہ ہے
بڑا خطرناک راستہ ہے بس عافیت اسی مین ہے کہ اپنی رائے کو دخل نہ دے اور کالمیت بید الغسال
بدست محقق ہو کر رہے شیخ شیرازی اسی مضمون کو فرماتے ہین ؎ اگر مرد عشقی کم خویش گیر ؛ وگرنہ
رہ عافیت پیش گیر۔ یعنی اگر مرد عشق ہو تو اپنے کو گم کر دو یعنی اپنی رائے کو دخل نہ دو بلکہ بیشتر اختیار کرو

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست		کفر است درین مذہب خود بینی و خود رائی

جیسے اس شخص نے خود رائی کی کہ شریعت تو حکم کر رہی ہے لا تقربوا الزنا یہ اپنی رائے سے
کہتا ہے کہ مین زنا سے جب بچ سکونگا جب جی کھولکر پانچ چھ مرتبہ زنا کر لونگا اور اس احمق کو اتنی
خبر نہین کہ مرض کو اس سے اور زیادہ قوت ہوگی جیسے کسی شاعر کا شعر ہے ؎ کنار و بوس سے
دونا ہوا عشق ؛ مرض بڑھتا رہا جون جون دوا کی۔ یہ بیوقوف تو سمجھتا ہے کہ درخت مین پانی دینے
سے اسکی جڑ نرم اور کمزور ہو جائیگی پھر اسکو سہولت سے باہر نکال لونگا مگر وہ پانی دینے سے اور
زیادہ پیچ کو دیتی اور زور پکڑتی جاتی ہے گناہ کرنیکے بعد اسکو قلب خالی معلوم ہوتا ہے اور خبر
نہین کہ وہ گناہ پہلے جو الی قلب مین تہا اسلئے اسکو محسوس ہوتا تھا اور اب عروق کے اندر پیوست
ہو گیا اس وجہ سے اسکو محسوس نہین ہوتا اور وقت پر بہ نسبت سابق کے بہت زور کے ساتھ
برآمد ہوگا اور نہین سمجھتا کہ اب تو اسکا استیصال سہل ہے اور پھر مشکل ہوگا بقول شیخ شیرازی ؎

سرچشمہ شاید گرفتن بہ بیل		چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل
درختے کہ اکنون گرفتست پائے		بہ نیروئے شخصے برآید ز جائے
وگر ہمچنان روزگارے ہلی		بگردونش از بیخ بر نگسلی

الحاصل گناہ ایسی شئے ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اس سے قلب مین ایک روگ پیدا ہو جاتا ہے پس ارشاد ہے کہ
قرآن مجید ایسی موعظت ہے کہ اگر اس پر عمل کروگے تو وہ دلون کے روگ کے لئے باعث شفا ہوگا
اور تیسری صفت قرآن مجید کی ھدی ارشاد فرمائی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ نیک راہ کا بتلانے
والا ہے اور چوتھی صفت رحمت بطور ثمرہ ہدی کے فرمائی ہے یعنی نتیجہ اور ثمرہ اس پر عمل کرنیکا
یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوگی پس قرآن مین مذکورہ بالا صفات کو جمع کر دیا ہے اور
للمومنین کی قید اسلئے لگائی کہ گو مخاطب تو اسکے سب ہین لیکن منتفع اس سے مومنین ہی ہوتے ہین

اب اس آیت کے بعد بطور تفریع ارشاد ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور رحمت ہی کیساتھ بس خوش ہونا چاہئے کہ خوش ہوں (اسلئے کہ) وہ بہتر ہے اس شے سے کہ جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں یعنی متاع دنیا سے یہ بہتر ہے اور عجیب بلاغت ہے کہ پہلے مضمون کا تو حق تعالیٰ نے خود اپنی طرف سے خطاب فرمایا چنانچہ ارشاد ہے یا ایہا الناس الخ اور اس دوسرے مضمون کی نسبت حضور کو حکم دیا کہ آپ کہئے ہمیں ایک عجیب نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ طبعی بات ہے کہ احکام یعنی امر و نہی انسان کو ناگوار اور گران ہوتے ہیں اسلئے احکام تو خود ارشاد فرماتے تاکہ حضور کی محبوبیت محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کیساتھ فرحت کے امر کو حضور کے سپرد فرمایا کہ اس سے حضور کے ساتھ اور زیادہ محبت مخلوق کو بڑھے باقی اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ بہت جگہہ حضور کو بھی احکام پہونچانیکا حکم ہے اسلئے کہ یہ نکتہ اس مقام کے متعلق ہے اور دوسری جگہہ دوسرا نکتہ اور حکمت ہو سکتی ہے بہرحال دو چیز پر خوش ہونیکا حکم ہے فضل اور رحمت اور یہ فضل بھی رحمت ہی کے افراد میں سے ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ فضل کے اندر معنی زیادتی کے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ رحمت یعنی مہربانی کے دو مرتبہ ہیں ایک نفس مہربانی اور ایک زائد یا یوں کہو کہ ایک وہ مرتبہ جسکا بندہ بحیثیت جزا کے اپنے کو مستحق سمجھتا ہے اور ایک زائد اگرچہ پہلے مرتبہ رحمت کا اپنے کو مستحق سمجھنا بندہ کی جہالت ہے اور وجہ اس زعم استحقاق کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر ہر شخص کو ایک ناز ہوتا ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو ہم لوگوں میں نازہی کی شان رہ گئی ہے نیاز بالکل نہیں رہا اسلئے کہ اگر نیاز ہوتا تو ہم سے نافرمانی ہوتی دیکھیے کہ حکام دنیا کیساتھ نیاز ہے اسلئے انکی نافرمانی نہیں کرتے نہ ان پر تفخر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیساتھ معاملہ بالعکس ہے جسکا زیادہ سبب یہ ہے کہ رحمت ہی بے انتہا ہے حتیٰ کہ فوری سزا نہیں دیجاتی سو جسقدر رحمت بڑھتی جاتی ہے اس رحمت و عنایت کو معلوم کر کے اسی قدر اعراض ان حضرت کا زیادہ ہوتا جاتا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک گدھا ہمیشہ کسی کے کھیت میں گھس جایا کرتا تھا ایک روز کھیت والے نے اسکے کان میں کہدیا کہ مجکو تجھسے محبت ہے اس روز سے اسنے وہاں آنا چھوڑ دیا اسی طرح حق تعالیٰ کی اس قدر عطایا اور بے انتہا رحمتیں ہیں کہ ہم لوگوں کو ناز ہوگیا اور اپنی جہالت سے

یہ سمجھ گئے کہ ہم بھی محبوب ہین بس لگے نخرے بگھارنے مگر چونکہ ناز کی لیاقت نہین ایسے ناز کا
انجام بجز ہلاکت کے کیا ہوگا جیسے کسی بیوقوف نے ایک سپاہی کو دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کو دانہ کھلارہا
ہے اور وہ گھوڑا کبھی ادہر منہ کرلیتا ہے کبھی اُدہر منہ پھیرتا ہے اور یہ شخص جس طرف وہ منہ کرتا ہی
اُسی طرف دانہ لیجاتا ہے اور کبھی اُسکی پیٹھ سہلاتا ہے اور کبھی منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا جاتا ہے
کہ بیٹا کھاؤ اس بیوقوف نے جب یہ دیکھا تو اپنے دلمین کہا کہ مجھسے تو یہ گھوڑا ہی بہتر ہے میری
بیوی تو مجکو بڑی ذلت سے روٹی دیتی ہے آج سے گھوڑا بنا چاہئے یہ سوچکر گھر پہونچے اور بیوی سے
کہا کہ آج تو ہم گھوڑے بنینگے ، بیبی بڑی شوخ تھی اُسنے کہا کہ میری بلا سے آپ گھوڑے بنین یا
گدہے اُس شخص نے کہا کہ مین گھوڑا بنتا ہون تم میری پیٹھ سہلانا اور دانہ میرے سامنے لانا اور
یہ کہنا کہ بیٹا کھاؤ مین اِدہر اُدہر منہ پھیرونگا غرض یہ اُلو کی دم گھوڑے کیطرح کھڑا ہوا بیوی صاحبہ
بھی عقلمند تھین ایک چادر جھول کی بجائے اُس پر ڈالی اور اگاڑی پچھاڑی اسکی باندہ دی اور دم
کی جگہ جھاڑو لگائی اور دانہ سامنے لائی اور کہا بیٹا کھاؤ رات کا وقت تھا اور اتفاق سے چراغ
پیچھے رکھا تھا جب اُس نے اِدہر اُدہر منہ پھیرا اور دولتیان چلائین چراغ کی لو جھاڑو مین لگ گئی
اور آگ بھڑک اُٹھی بدحواسی مین یہ تو خیال نہ رہا کہ رسیان کھولدے شور مچا دیا کہ لوگو دوڑو میرا گھوڑا
جلگیا محلہ والون نے جانا کہ یہ پاگل یا مسخرہ ہے اسکے یہان گھوڑا کہان یہ یون ہی بیہودہ بکتا ہی
غرض وہ گھوڑے صاحب وہان ہی جل بھنکر خاک سیاہ ہوگئے یہ انجام ہوتا ہے ایسے نخرے اور
ناز کا صاحبو! ناز کے لئے صورت بھی تو ہنو لوجب ناز زیبا ہوگا مولانا فرماتے ہین ؎

ناز را روئے بباید ہمچو ورد	چون نداری گرد بدخوئی مگرد
زشت باشد روئے نازیبا و ناز	عیب باشد چشم نابینا و ناز

ہمارا کیا ناز ہمکو تو نیاز چاہئے لیکن حق تعالیٰ کے کرم اور رحمت بے انتہا سے ہم لوگون کی عادتین
بگڑ گئی ہین چاہئے تو یہ تھا کہ جس قدر رحمت ہوتی شرماتے اور تضرع و نیاز زیادہ ہوتی مگر یہان بالعکس ہی
اسلئے ایک بزرگ فرماتے ہین کہ اگر مجکو یہ کہا جاوے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ یعنی کس شئے نے دھوکہ
مین ڈالا تجکو اپنے رب کریم کیساتھ تو مین جواب دونگا قد غرنی کرمک یعنی آپکے کرم نے مغرور
کردیا یعنی مین خلاف مقتضائے کرم اُس کرم پر مغرور ہوگیا مقصود یہ ہے اور اس کو عذر گردانا

حق تعالیٰ پر ناز کی برائی اور [illegible]

مقصود نہین پس یہ سارا ناز اس وجہ سے ہے کہ حق تعالیٰ کی عطا یا زائد ہین اور مواخذات کم ہین اور
اگر یہ ہوتا کہ جب گناہ کرتے تو غیب سے ایک چپت لگتا تو تمام ناز ایکطرف رکھا رہ جاتا اور کبھی گناہ ہوتا
چنانچہ بعض بزرگون کیساتھ ایسا معاملہ ہوا بھی ہے ایک بزرگ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور
نہایت خوف زدہ تھے اور یہ کہتے جاتے تھے اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ کسینے اُنسے پوچھا کہ
آپکی کیا حالت ہے اُنھون نے فرمایا کہ طواف کرتے ہوئے مینے ایک لڑکے کو نظر بد سے
دیکھہ لیا تھا غیب سے میری آنکھہ پر ایک ایسا زور سے چپت لگا کہ میری آنکھہ پھوٹ گئی اور یہ ارشاد
ہوا ان عدتم عدنا یعنی اگر تم پھر کروگے تو ہم پھر بھی سزا دینگے غرض حق تعالیٰ پر ایسا ناز ہے کہ
اُسکی وجہ سے ہر شخص اپنے کو کسی نہ کسی رحمت کے حصہ کا مستحق سمجھتا ہے۔ چنانچہ اتنا تو ضروری جانتا ہ
کہ مجکو کھانے پہننے کو ملے اور اگر اسمین کچھہ کمی ہوتی ہے تو شکایت کرتا ہے اگر یہ شخص اپنے کو
مستحق نہ جانتا تو شکایت نکرتا اسلیئے کہ شکایت اُسی کی کیا کرتے ہین جس پر حق سمجھتے ہین ایک گنوار کا
بیٹا مرگیا تھا تو آپ کہتے ہین کہ میرے بیٹے کو تو مار دیا اور عیسی (علیہ السلام) جو ذرا نام لگ گیا تھا اُسکو
گود مین اُٹھا لیا گویا اللہ اکبر کیا رحمت ہے سب کچھہ سنتے ہین اور کچھہ سزا نہین دیتے اور دوسری
مثال لیجئے دیکھئے اگر کسی کو دس روپیہ ماہوار ملتے ہین تو اُن پر تو شکر نہین کرتا اور اگر کہین سے
زائد ملجاوے تو اُسکو رحمت حق تعالیٰ کی جانتا ہے اس پر شکر کرتا ہے یہ صاف دلیل ہے اسکی کہ
اُن دس روپیہ کا اپنے کو مستحق جانتا ہے ایک جاہل اکھڑ کے سامنے کسینے دال روٹی کھائی اور کہا
کہا کہ الحمد للہ اے اللہ تیرا شکر ہے تو بیوقوف کہتا ہے کہ توبہ توبہ ایسے ہی لوگون نے اللہ میان
کی عادت بگاڑ دی کہ دال روٹی کھا کر شکر کرتے ہین بس وہ اُنکو دال روٹی ہی دیدیتے ہین ہمتو بد دن
بکرے کے کبھی شکر نہین کرتے پس ہمکو وہ بکرے دیتے ہین نعوذ باللہ بہر حال ہر شخص اپنے کو
کسی نہ کسی حصہ رحمت کا مستحق سمجھتا ہے حالانکہ یہ غلطی ہے اگر کوئی شخص ایسا جانتا ہو جیسا کہ طرز

ع٥ مطلب یہ ہے کہ سزا کا ہمکو صاف علم ہوتا کہ یہ گناہ کی سزا ہے اور اسباب ظاہرہ کے ساتھ اُس کا تعلق نہ جانتے
ورنہ گناہون پر تو مصائب وحوادث آفاقی وانفسی سے نہایت لطیف انداز سے سزا ہوتی ہے اور بہت
اور بہت سے معاف بھی ہوجاتے ہین لیکن ہمکو اپنی جہالت اور اسباب پرستی کی وجہ سے اسکا احساس نہین ہے اور اگر
تھوڑے غور وفکر سے کام لین تو اسکا ادراک کالشمس فی النہار ہونے لگے اور یہ سزا ہونا بھی عین رحمت ہے ۱۲ جامع عفی عنہ

معاملہ سے معلوم ہوتا ہے تو اُسکو اس غلطی کی اصلاح کر لینی چاہئیے اسلیئے کہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہے
معتزلہ کو بھی اس مسئلہ مین غلطی ہوئی ہے سمجھتے ہین کہ اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہمارا حق ہے اور انکو یہ
دہوکہ ہوا ہے قرآن شریف کی بعض آیتون کے سمجھنے سے چنانچہ ارشاد ہے وکان حقا علینا
نصر المومنین یعنی مومنین کی نصرت ہمپر حق ہے اس آیت اور اسکے ہم معنی اور آیات سے معتزلہ
نے یہ سمجھا کہ حق تعالیٰ کے ذمہ بندون کا حق ہے لیکن اہل سنت سمجھ گئے کہ یہ دہوکہ ہے
اسلیئے کہ حق تعالیٰ غنی بالذات اور لایسئل عما یفعل اُنکی صفت ہے اُن پر کسی کا حق نہین
ہوسکتا جسکے ساتھ جو معاملہ چاہین کرین وہ سب مستحسن ہے اور معنی ان آیات کے یہ ہین کہ اس صیغہ سے ہمکو
نصرت وغیرہا کا یقین دلایا گیا ہے اسکو وعدہ تفضل کہتے ہین جیسے کوئی حاکم کسی امیدوار سے
کہے کہ اب تم یقین رکھو اب ہمنے تمہارا یہ کام ضروری سمجھ لیا ہے تو وہ امیدوار و سائل جانتا ہے
کہ یہ حاکم کی مہربانی ہے ورنہ کرنا نہ کرنا دونون قانوناً اُنکے اختیار مین ہے اُنکے ذمہ لازم نہین خلاصہ
یہ ہے کہ رحمت کے دو درجہ ہین ایک کا تعلق تو اسکی ضروریات سے ہے جسکا اپنے کو مستحق سمجھتا ہے
اُس درجہ کو تو رحمۃ فرمایا اور دوسرا زائد اُسکو فضل سے تعبیر فرمایا اور آیت کے الفاظ مین غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان مراد رحمت و فضل سے قرآن مجید ہے اور اُسمین بھی یہی دو درجہ ہین
ایک وہ درجہ جو مدار ہماری نجات کا ہے وہ تو ضرورت کا مرتبہ ہے اور ایک وہ جو اس سے زائد ہے
بہرحال دونون سے مراد قرآن مجید ہے اور اس پر خوش ہونیکا امر ہے یہ تفسیر اور گفتگو تو الفاظ
آیت کے خصوصیت مین نظر کرنیکے اعتبار سے تھی اب قرآن مجید مین دوسرے مقامات پر
دیکھنا چاہیے کہ ان دونون لفظون سے کیا مراد ہے تو جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید مین یہ دونون
لفظ بکثرت آئے ہین کہین دونون سے ایک ہی معنی مراد ہین کہین جدا جدا چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے
ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لکنتم من الخسرین یہان اکثر مفسرین کے نزدیک فضل اور رحمت سے
حضور کا وجود با جود مراد ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم
الشیطان الا قلیلا یہان بھی بقول اکثر مفسرین حضور ہی مراد ہین ایک مقام پر ارشاد ہے ولولا
فضل اللہ علیک ورحمتہ لھمت طائفۃ منھم ان یضلوک ۔ یہان مراد فضل اور رحمت سے
قرآن مجید ہے اور بعض آیات مین فضل سے مراد رحمت دنیوی اور رحمت سے رحمت دینی مراد ہے

معتزلہ کی غلطی اس مسئلہ میں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق سمجھتے ہیں اور اسکا جواب

اس آیت میں رحمت و فضل سے قرآن مجید مراد ہے

دوسری آیات میں الفاظ رحمت اور فضل سے کیا مراد ہے

چنانچہ فضل بمعنی رزق نفع دنیوی قرآن مجید مین آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے لیس علیکم جناح ان
تبتغوا فضلا من ربکم یہان فضل سے مراد تجارت ہی اسلیے کہ یہ آیت حج کے موقع کی ہی بعض لوگ مال
تجارت حج کے سفر مین ساتھ لیجانیکو مکروہ جانتے تھے انکو ارشاد ہے کہ اسمین کچھ گناہ نہین کہ
تم (حج مین) اپنے رب کا فضل طلب کرو۔ حدیث شریف مین بھی رحمت سے رحمت دینی
اور فضل سے رحمت دنیوی یعنی رزق یا اسباب رزق مراد ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ جب مسجد
مین داخل ہو تو یہ کہو اللھم افتح لنا ابواب رحمتک یہان رحمت سے رحمت دینی مراد ہے اسلیے
کہ مسجد مین وہی مطلوب ہے اور جب مسجد سے نکلو تو یہ کہو اللھم افتح لنا ابواب فضلک اسلیے
کہ مسجد سے باہر جاکر تحصیل معاش مین مشغول ہو جاتے ہین تو وہان اسکی طلب ہے اور ایسے ہی سورہ
جمعہ مین ارشاد ہے فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ یہان
فضل سے مراد رزق ہے پس مجموعہ تمام تفاسیر کا دنیوی رحمتین اور دینی رحمتین ہوا اس مقام پر ہر چند کہ
آیت کے سیاق پر نظر کرنیکے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے معنی عام مراد لیے
جاوین کہ قرآن مجید بھی اسکا ایک فرد ہے تو یہ زیادہ بہتر ہے وہ یہ ہو کہ فضل اور رحمت سے مراد
حضور کا قدوم مبارک لیا جاوے اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتین اور رحمتین ہین خواہ وہ دنیوی ہین
یا دینی اور اس مین قرآن بھی ہے سب اسمین داخل ہو جاوینگی اسلیے کہ حضور کا وجود باجود اصل ہے تمام
نعمتون کی اور مادہ ہے تمام رحمتون اور فضل کا پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جاویگی پس اس تفسیر کی
بنا پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہمکو حق تعالی ارشاد فرماتے ہین کہ حضور کے وجود باجود پر خواہ وجود
نوری ہو یا ولادت ظاہری اس پر خوش ہونا چاہیے اسلیے کہ حضور ہمارے لیے تمام نعمتون کے
واسطہ ہین حتی کہ ہمکو جو روٹیان دو وقتہ مل رہی ہین اور عافیت اور تندرستی اور ہمارے علوم یہ سب
حضور ہی کی بدولت ہین اور یہ نعمتین تو وہ ہین جو عام ہین اور سب سے بڑی دولت ایمان ہے جس کا
حضور سے ہمکو پہونچنا بالکل ظاہر ہے غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور کی ذات
بابرکات ہوئی پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرح ہو کم ہے۔ بہر حال
اس آیت سے عموماً یا خصوصاً یہ ثابت ہوا کہ اس نعمت عظیمہ پر خوش ہونا چاہیے اور ثابت بھی ہوا
نہایت ابلغ طرز سے اسلیے کہ اول تو جار و مجرور بفضل اللہ کو مقدم لائے کہ جو مفید حصر کو ہے

اُسکے بعد رحمت پر پھر جار کا اعادہ فرمایا کہ جس سے اُنمین استقلال کا حکم پیدا ہوگیا پھر اسی پر اکتفا نہین فرمایا بلکہ اُسکو مزید تاکید کیلئے فبذلک سے مکرر ذکر فرمایا اور ذلک پر جار اور فاء عاطفہ کو لائی تاکہ اُسمین اور زیادہ اہتمام ہوجاتے پھر نہایت اہتمام در اہتمام کی غرض سے فلیفرحوا ہیں فاء لائے کہ جو مشیر ہے ایک شرط مقدر کیطرف اور وہ ان فرحوا بشیء ہے حاصل یہ ہوا کہ اگر کسی شئے کیساتھ خوش ہون تو اللہ ہی کے فضل اور رحمت کیساتھ پھر اسی کیساتھ خوش ہون یعنی اگر دنیا مین کوئی شئے خوشی کی ہے تو یہی نعمت ہے اور اسکے سوا کوئی شئے قابل خوشی کے نہین ہے اور اس سے بدلالۃ النص یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ نعمت تمام نعمتون سے بہتر ہے لیکن چونکہ ہم لوگون کی نظرون مین دنیا اور دنیا ہی کی نعمتین ہین اور اُسی مین ہمکو انہماک ہے اسلئے اس پر بس نہین فرمایا آگے اور نعمتون پر اسکی تفضیل کیلئے صراحتاً ارشاد ہوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ یعنی یہ نعمت اُن تمام چیزون سے بہتر ہے جنکو لوگ جمع کرتے ہین یعنی دنیا بھر کی نعمتون سے یہ نعمت افضل و بہتر ہے پس جس نعمت پر حق تعالیٰ اس شد و مد کے ساتھ خوش ہونیکا حکم فرماوین وہ کس طرح خوش ہونیکے قابل نہوگی یہ حاصل ہوا اس آیت کا جو مبنی ہے اس پر کہ فضل اور رحمت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیے جاوین اور دوسرے مقام پر اس سے بھی صاف ارشاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وانعی خوشی کی شئے دنیا مین اگر ہے تو حضور ہی ہین اور اُس مین ما بہ الفرح یعنی حضور کے وجود باجود پر جو خوشی کا امر ہے وہ کس بنا پر ہے اور حیثیت و جہت فرح کی کیا ہے یہ بھی مذکور ہے وہ آیتہ یہ ہے ارشاد ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یعنی حق تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا کہ انمین ایک رسول انکے جنس سے بھیجا کہ وہ اُنپر اُنکی آیتین تلاوت کرتے ہین اور اُنکو (ظاہری و باطنی نجاستون و گندگیون سے) پاک کرتے ہین اور اُنکو کتاب و حکمت سکھلاتے ہین اور بیشک وہ اس سے پہلے ایک کھلی گمراہی مین تھے اس آیت مین یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم الخ سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ اصلی خوشی کی چیز اور ما بہ الفرح والمنت یہ ہی کہ حضور ہمارے لیے سرمایۂ ہدایت ہین[ع] تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور کے متعلق خوش ہونیکی بہت سی چیزین

ع یہانسے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصلی شئے خوشی کی اور قابل اعتماد اللہ تعالیٰ کا ہمکو ایمان عطا فرمانا ہے کہ جو محض فضل ہی ہے پس ذلک خیر مما یجمعون سے بھی فضل اور رحمت مراد ہے اور مما یجمعون اپنے عموم سے تمام احوال باطنہ کو بھی شامل ہے کہ اُن پر بھی سالک کو اگر خوشی ہو تو اسی حیثیت سے ہونا چاہیئے کہ فضل ہے اپنے کسب کو مطلق دخیل نہ سمجھے ۱۲ جامع عفی عنہ

حضور کے وجود باجود پر خوشی کا امر ہے اس بنا پر بالفرح کی بات

مثلاً حضور کی ولادت اور حضور کی بعثت اور حضور کے دیگر تمام حالات مثلاً معراج وغیرہ یہ سب حالات
واقعی خوش ہونیکے ہیں لیکن اس حیثیت سے کہ ہمارے لئے یہ مقدمات ہیں ہدایت وسعادت ابدی کے چنانچہ
اس آیت سے صاف ظاہر ہے اسلیئے کہ بعثت کیساتھ یہ صفات بھی بڑہائی ہیں یتلوا علیہم آیاتہ و
یزکیہم الآیۃ پس بقاعدہ بلاغت ثابت ہوتا ہے کہ اصل مابہ المنت یہ صفات ہیں باقی ولادت شریفہ
فی نفسہا یا معراج وہ بھی باعث خوشی زیادہ اسی لئے ہیں کہ مقدمہ ہیں اس دولت عظیمہ کے اسلیئے
کہ اگر ولادت شریفہ نہوتی تو ہمکو یہ نعمت کیسے ملتی اور اسی فرق کیوجہ سے اس آیت میں تو اس مقصود کا
ذکر تصریحاً اور قصداً فرمایا اور دوسری آیت میں حضور کے وجود باجود کا ذکر اشارۃً اور ضمناً فرمایا چنانچہ
ارشاد ہے لعمرک انہم لفی سکرتہم یعمہون ہمیں حضور کی بقا اور وجود کو مقسم بہ بنایا ہے اور یہ ظاہر
ہے کہ قسم میں جواب قسم مقصود ہوتا ہے اور مقسم بہ کو تبعاً ذکر کیا جاتا ہے اور ایک مقام پر حضور کی
ولادت شریفہ کو بھی اسی طرح ذکر فرمایا ہے. فرماتے ہیں لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد
ووالد وما ولد چنانچہ ما ولد کی تفسیر میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ اسکے مصداق حضور کی ذات والا صفات ہے
مگر اس اہتمام سے نہیں جیسا آیۃ لقد من اللہ الآیۃ میں نبوت اور بعثت اور ہدایت اور تزکیہ کو بیان
فرمایا ہے اور اسی فرق کیوجہ سے فرحت میں بھی تفاوت ہوگا کہ جسقدر ولادت شریفہ پر فرحت ہونا
چاہیئے اس سے زائد نبوت شریفہ پر ہونا چاہیئے اگر ذکر ولادت شریفہ کیلیئے مجلس منعقد کیجاوے تو ذکر
نبوۃ مبارکہ کیلیئے بطریق اولی کیجاوے اور اسی طرح ان اہل مجالس کو چاہیئے کہ معراج شریف اور فتح مکہ
معظمہ اور حضور کے غزوات مبارکہ اور ہجرۃ کی بھی مجالس منعقد کیا کریں اسلیئے کہ جیسے ولادت شریفہ
حضور کا ایک حال ہے اسی طرح یہ بھی تو حضور ہی کے حالات ہیں بلکہ بعض ان میں سے ولادت شریفہ سے
بڑھکر ہیں اگر کوئی کہے کہ آجکل مجلس ولادت شریفہ میں حضور کے سب حالات کا اور احکام کا بھی ذکر کیا جاتا
ہے حضرت بس رہنے دیجیے اور حالات کا ذکر محض تبعاً سرسری کے یا صرف بالا سا چہوا دینیکے طور پر ہوتا
ہے بخلاف ذکر متعلق ولادت شریفہ کے کہ وہ ذکر نور سے لیکر وقت وضع ورضاع وغیرہ تک کیا جاتا
ہے اور اگر کوئی مولوی نماز روزہ کے احکام مجلس مولود میں بیان کر دیتا ہے تو میں نے اہل مولد میں
سے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ یہ کہتے تھے کہ لوگوں نے آجکل یہ نئی رسم نکالی ہے کہ وعظ کہتے ہیں
نماز روزہ کا اور نام کرتے ہیں ذکر ولادت کا یہ خیالات ہیں اہل مولد کے حالانکہ حق تعالی کے

کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ فرحت کے قابل یہی شے ہے جیسا مینے پہلی آیۃ لقد من اللہ الخ کے ذیل مین بیان کیا ہے اب تبلائیے اس پر فرحت کون کرتا ہے اور وجہ اسکی یہی ہے کہ ذکر ولادت مین بوجہ اسکے کہ لڑکے خوش الحان گاتے ہین اور مضامین و روایات بھی اکثر موضوع اور عجیب ہوتی ہین اور اگر روایات صحیحہ بھی ہون تو وہ ایک واقعہ اور قصہ ہے جو طبعاً دلکش ہی اسلئے اسکے سُننے مین نفس کو حظ ہوتا ہے اور احکام مین کوئی خاص مزہ نہین اسلئے کہ اسمین تو یہی ہوگا یہ کرو وہ کرو تو اسمین کیا مزہ آیا حالانکہ اصل سب مزون کی احکام ہی ہین ایک مدت تک اُن پر التزام کیجیے اور نفس کو خوگر بنایئے پھر اُس مین روحانی لطف دیکھئے لیکن اس مین تو لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہین اور زہر کے گھونٹ پینے پڑتے ہین اسلئے اس سے نفس بھاگتا ہے اور واقعات مولد شریف کے ذکر مین صرف سن لینا ہوتا ہے اسلئے اسمین نفس کو مزا آتا ہے اسی لئے اُس کا اہتمام کرتے ہین اسی طرح تصوف کے رنگین مضامین اور عاشقانہ اشعار کی کیفیت ہی چونکہ اسمین امر لاتفعل نہین ہے اسلئے خوب مزا آتا ہے سر ہلتے ہین بلکہ بیان تک دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ اُن اشعار و مضامین کو سمجھتے بھی نہین اُن کو بھی وجد آتا ہے ایک قوال یہ شعر گا رہا تھا ؎ بگزید مار عشقت جگر کباب کردمارا۔ ایک گنوار کو وجد آگیا اُس سے پوچھا کہ تونے کیا سمجھا جو تجکو وجد آیا اُسنے کہا کہ یہ یون کہتا ہے ڈگرے کا باپ مارا ڈگرا کہتے ہین ہندی مین نفس کو ہمنے یہان تک دیکھا ہے کہ ہندوؤن کے بیان اور رنڈیون کے یہان مروج مولد شریف ہوتا ہے کہ اس مین حظ نفس ہے ورنہ ہندوؤن کو اس سے کیا تعلق غرض قرآن مجید سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ اہتمام کے قابل نبوت اور بعثت کا ذکر ہے اور ذکر ولادت اگر کہین آیا ہے تو اشارۃً یا اجمالاً آیا ہے اگر کوئی کہے کہ حق تعالےٰ نے سورہ مریم مین یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ مفصلاً بیان فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قصہ مولد عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کی تفصیل بیان کرنا بھی قابل خاص اہتمام کے ہے پس اس پر ہم حضور کی ذکر ولادت کو بھی قیاس کرتے ہین بات یہ ہے کہ ؎ حفظت شیئاً وغابت عنک اشیاء۔ آپنے یہ تو دیکھ لیا کہ ان حضرات کی ولادت کا قصہ اہتمام سے بیان فرمایا ہے مگر یہ نہین دیکھا کہ کیون اور کس حیثیت سے ذکر فرمایا اُنکے قصہ ولادت کے اہتمام کیوجہ یہ ہے کہ ان

دونون حضرات کی ولادت ایک عجیب طریقہ سے خرق عادت کے طور پر ہوئی ہی یحییٰ علیہ السلام کے مان باپ تو بوڑہے بہت تھے کہ اسباب ظاہرہ کے اعتبار سے اُنہین صلاحیت ہی توالد وتناسل کی نہ تھی چنانچہ ارشاد ہے واصلحنا لہ زوجہ اسلئے اُنکی ولادت عجیب تھی اور عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے ہوئے اسلئے اُنکی ولادت اس ہی بھی زیادہ عجیب تھی پس حق تعالیٰ نے ان دونون قصو نسے قدرت اور توحید پر استدلال فرمایا ہے یہ وجہ ہے ان قصونکے بالاہتمام ذکر کرنیکی اور حضور کی ولادت شریفہ عادت کے موافق ہوئی ہی پس اس سے مطلقاً ذکر مولد شریف کی تفصیل کا ذکر نبوت وہجرت کی برابر محل اہتمام ہونا ثابت نہین ہوتا مگر

بعض لوگون کا گمان ہی کہ ولادۃ نبوی بطریق متعارف نہین ہوئی

آج کل بعض لوگون نے خود اس مقدمہ مین بھی کلام شروع کیا ہے کہ آپکی ولادت شریفہ بطریق متعارف ہوئی ہی چنانچہ ایک شخص کا میرے پاس خط آیا تھا اُنہین پوچھا تھا کہ کیا حضور بھی اپنی والدہ شریفہ کے بطن ہی اسیطرح پیدا ہوئے جیسے اور آدمی ہوتے ہین اور کسیکا قول نقل کیا تھا کہ ران سے پیدا ہوئے ہین اسلئے کہ حضور کی شان اس سے ارفع ہے کہ محل غیر طاہر سے پیدا ہون اور پوچھا تھا کہ اسکی کیا دلیل ہی کہ طریق معہود سے پیدا ہوئے ہین مین کہتا ہون کہ ان سائلون کو ایسے امور کے پوچھنے سے شرم نہین آتی بہت بیحیائی اور بے ادبی اور گستاخی کی بات ہی میرا جی تو چاہتا نہ تھا کہ اس خط کا جواب لکھون لیکن طوعاً وکرہاً لکھا تاکہ ان مخالفین کو یہ کہنے کی گنجایش نہ ہے کہ اہل حق کے پاس کوئی دلیل نہین لیکن جواب مین یہ لکھا کہ روایات مین حضور کی ولادت کے متعلق یہ الفاظ آئے ہین وُلِدَ النبی صلی الله علیہ وسلم اور یہ مقدمہ مسلمہ ہے کہ جب تک مجاز کے قرائن نہون تو الفاظ اپنے حقائق پر محمول ہوتے ہین یعنی جبتک معنی حقیقی بن سکین مجاز کی طرف رجوع نہ کیا جاویگا اور یہ بھی مسلم ہی کہ علامت حقیقت کی تبادر الی الفہم عند الخلو عن القراین ہی پس ان سب مقدمات سے وُلِدَ مین ولادت سے طریق معہود ہی سے پیدا ہونا مراد لیا جاویگا یہ دلیل ہی اسکی کہ حضور بھی اسی طریق سے دنیا مین تشریف لائے ہین اب لوگ اسکی کوشش

دلیل اس امر کی کہ حضور کی ولادت شریفہ بطریق معہودہ ہوئی ہے

کرتے ہین کہ حضور کی ولادت شریفہ کو عجیب طریقہ سے ثابت کرین اور عادت معروفہ کے موافق پیدا ہونے کو قدح جانتے ہین حالانکہ اقرب الی الحکمۃ آپکی شان کے اعتبار سے یہی ہی کہ جس طرح عادۃ اللہ جاری ہے آپ اُسیطرح پیدا ہون تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ امر مسلم ہی کہ آدمی کو زیادہ اُنس اُس شئ سے ہوتا ہی جس سے کچھ مناسبت ہو اور جس قدر مناسبت زیادہ ہوگی اُنس زیادہ ہوگا اور

حضور کی ولادت بطریق متعارف ہونیکی حکمت اور راز۔

جسقدر مناسبت کم ہوگی اوسی قدر اُس سے توحش بڑہیگا اسی واسطے آدمی کو اپنے ہمجنس کیطرف زیادہ میلان ہوتا ہے اور جانورون کیطرف کم ہے اور جنون سے اور بھی کم بلکہ توحش ہے اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام سب آدمی ہوئے ہین فرشتون کو نبی بنا کر نہین بہیجا گیا ہے اسلیئے کہ اُنسے آدمیون کو توحش ہوتا اور جب توحش ہوتا تو افادہ اور استفادہ ممکن نہین اسلیئے سب رسول آدمی ہوئے ہین جب یہ امر سمجھہ مین آگیا تو اس کے بعد سمجہنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ حضور کو محبوبیت کاملہ عطا فرمادین اور کسی کو ذرہ برابر بھی حضور سے توحش نہو پس اسلیئے بجز معجزات کے حضور کی اور کوئی حالت ولادۃ وغیرہ بھی معمول کے خلاف نہین بنائی اسلیئے کہ اگر عادۃ جاریہ کے ذرا خلاف بھی کوئی بات ہوتی تو مناسبت مین اور پہر اُسکے سبب اُنس مین کمی ضرور ہوجاتی پس ولادت بھی حضور کی کسی نئی طرز سے نہین ہوئی اور یہی آپکی شان محبوبیت وافادہ کیلیئے مناسب ہے اور اسکے خلاف کو ثابت کرنا اس حکمت کو نظر انداز کرنا ہے بلکہ یہ حکمت یہان تک مرعی رکھی گئی ہے کہ حضور کے اکثر کمالات بھی کہ انہین معجزات بھی داخل ہین نہایت لطیف ہین جنکا عجیب ہونا امعان نظر کو مقتضی ہے حتی کہ قرآن مجید جو حضور کا بڑا معجزہ ہے وہ بھی سرسری نظر مین عجیب اور اعجاز کی شان اُنہین معلوم نہین ہوتی اسی واسطے کفار نے کہا تہا لونشاء لقلنا مثل ھذا یعنی اگر ہم چاہین تو ہم بھی ایسا کلام کہدین لیکن اُن لوگون نے جب غور کیا اور اپنی انتہائی قوت اسکے مقابلہ مین صرف کردی تو دانت کھٹے ہوگئے حالانکہ بڑے فصیح اور بلیغ تھے لیکن ایک سورۃ بھی ایسی نہ لاسکے باوجود اسکے کہ حق تعالیٰ نے اُنکو جوش دلانیکے لیئے علی الاعلان فرمایا فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی لے آؤ کوئی سورت اس جیسی اسکے بعد اُن کے عجز کو بھی خود فرمایا ولن تفعلوا یعنی تم ہرگز ایسی سورۃ نہ لاسکوگے اسکو سنکر اہل عرب کو کیسا کچھہ جوش آیا ہوگا اور کس قدر بل کہائے ہونگے لیکن مقابلہ نہین کرسکے اور اسی پر اکتفا نہین فرمایا بلکہ آگے ارشاد ہے فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین ۝ یعنی اگر تم اسکا مثل نہ لاسکو تو اُس آگ سے بچتے رہو جو کافرون کیلیئے تیار کیگئی ہے غرض یہ معجزہ بھی نہایت غامض اور لطیف ہے اسی طرح حضور کی ہر شان اور کمال ایسا ہی لطیف ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے ؎ یزیدک وجھہ حسنا اذا مازدتہ نظرا یعنی محبوب کا چہرہ تیرے لیئے حسن کو بڑہا دیتا جب تو اُس پر نظر زیادہ کرتا ہے چنانچہ بعضون کا حسن تو ایسا ہوتا ہے کہ دور سے وہ اچھے معلوم ہوتے ہین لیکن پاس سے دیکھو تو کچھہ بھی

حضور کے سب کمالات نہایت لطیف ہین

نہین جیسے شیخ شیرازی فرماتے ہین ؎ بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد * چون باز کنی مادر مادر باشد - اور بعضے دور سے اور سرسری نظر مین معمولی معلوم ہوتے ہین لیکن جس قدر غور کرو خوبیان معلوم ہوتی جاتی ہین حضور کے کمالات بھی ایسے ہی ہین کہ انمین سادگی تو اسدرجہ ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہی

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند	دلبر است کہ با حسن خدا داد آمد

اور نظر تامل کے بعد دلربائی کی یہ حالت ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

پس ولادت بھی حضور کی کسی عجیب طریقہ سے نہین ہوئی اور ولادۃ عیسویہ نہایت عجیب طریقہ سے ہوئی اور چونکہ اس سے توحید پر استدلال مقصود ہے اسلئے اسکو اہتمام سے بیان بھی فرمایا غلاصہ یہ ہی کہ مدار منت اور فرحت کا شان یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم الخ کی ہے اور ولادت شریفہ اور نشو ونما کے واقعات کی خوشی بھی اسی واسطے ہے کہ وہ واسطہ ہین اس دولت کی تحصیل کا خوب کہا ہی ؎

آن روز کہ مہ شدی نمی دانستی	کانگشت نمائے عالمے خواہی شد

پس اصل مین مقصود حالت بدریت کی ہی لیکن ہلالیت کی خوشی بھی اسی واسطے ہے کہ وہ ذریعہ بدریت کا ہے پس اصل سرور تو اسکا ہے کہ ہمکو حضور نے بڑی نعمت عطا فرمائی باقی اسکے جس قدر اسباب ہین وہ چونکہ اسکے وسائط ہین اسلئے انسے بھی خوشی ہے اسی فرح کو مولانا رومی اپنی مثنوی شریف مین چند ابیات کے اندر بیان فرماتے ہین جو گویا حاصل ہین ان آیات کے مفہوم کا ان ابیات کو مع مختصر شرح کے بیان کیا جاتا ہے پس فرماتے ہین ؎

چند ابیات مثنوی مولانا روم [illegible]

ایہا العشاق اقبال جدید	از جہان کہنہ نو در رسید

یعنی اے عشاق مژدہ ہو کہ نیا اقبال چمکا ہے جو ایک پرانے اور نئے جہان سے پہونچا ہے اقبال جدید سے مراد قرآن مجید ہے اور جدید اسکو کلام لفظی کے اعتبار سے کہا ہے ورنہ کلام نفسی اور صفت الہیہ کے مرتبہ مین تو وہ قدیم ہے باقی یہ بات کہ کلام لفظی کے اعتبار سے تو اسکی ایک صفت کو ذکر فرمایا اور کلام نفسی کے اعتبار سے کوئی صفت ذکر نہین کی تو وجہ اسکی یہ ہی کہ ہمکو جو خطاب ہوا ہے اور ہمکو جو یہ دولت ملی ہی تو اسی لباس یعنی کلام لفظی کیساتھ ملی ہی پس ہمارے نفع مین یہ شان جدید ہی زیادہ دخیل اور سبب قریب ہوئی گو فی نفسہ قدیم ہے اور اسی صفت کو حق تعالی

نے اس آیت مین ذکر فرمایا ہے ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون اور فرمایا و یاتیھم من ذکر من الرحمن محدث الا کانوا عنہ معرضین اور جہان سے مراد عالم غیب ہے اور کہنہ اُسکو اسلیئے کہا کہ بہت پُرانا ہے اور نو اسلیئے کہ اسمین تغیر نہین ہوا الآن کما کان اسکی شان ہی اور عالم غیب کی تو یہ شان ہے ہی آسمان جو عالم شہادت سے ہے مگر بوجہ نہایت عالم شہادت ہونیکے اُسکو عالم غیب سے کچھ قرب ہے خود اُسکی ہی یہ حالت ہی کہ باوجود اسکے کہ کسقدر پرانا ہے لیکن اُسمین کچھ تغیر نہین ہے چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہین ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر ھل تری من فطور یعنی اے مخاطب تو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی شئے مین (آسمان مراد ہے) کوئی تفاوت نہ دیکھے گا (اگر کچھ شک ہی) پس نگاہ اُٹھا کر دیکھہ کیا کہین کوئی رخنہ دیکھتے ہو آگے کرتا کید کیلئے اور نیز اسلیئے کہ شاید تمہاری خاطر سے کہدو کہ نہین کہین کوئی فرق نہین اسلیئے ارشاد ہے ثم ارجع البصر کرتین یعنی پھر بار بار نظر دوڑاؤ آگے اسکا نتیجہ ارشاد ہے کہ ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر یعنی ہم پیشینگوئی کرتے ہین کہ تمہاری نگاہ پھر پھرا کر تمہارے پاس تھکی تھکائی واپس آجائیگی اور کہین کوئی عیب نہ پائیگی خلاصہ یہ ہے کہ مولانا ارشاد فرماتے ہین کہ اے حق تعالےٰ کے طالبو اے حق کے شیدائیو اے مدتون سے وادی ضلال مین بھٹکنے والو خوش ہو جاؤ تمہارے اقبال کا ستارہ چمکا ہے یعنی عالم غیب سے قرآن مجید نازل ہوا ہے کہ راہ حق کیطرف ہادی ہے آگے فرماتے ہین ؎

زان جہان کو چارہ بیچارہ جوست		صد ہزاران نادرہ عالم دروست	

زان جہان بدل ہے جہان کہنہ سے جو شعر بالا مین ہے یعنی وہ اقبال جدید اُس جہان سے آیا ہے کہ وہ لاعلاج کا چارہ جو ہے اور لاکھون عجائبات عالم کے اسمین ہین یعنی جو شخص امراض کفر و شرک و گناہ مین مبتلا ہو کر لاعلاج ہوگیا ہو اور اس جہان کے اطبا نے اُسکو جواب دیا ہو تو اُسکا علاج اُس جہان سے ہوتا ہے چنانچہ قبل از بعثت مشرکین اور کفار ایسے امراض مین مبتلا تھے کہ وہ لاعلاج ہو چکے تھے قلوب مسخ ہو گئے تھے شر کو خیر اور خیر کو شر جانتے تھے ہزارون رسوم جہالت کی انمین وبا عام کیطرح پھیلی ہوئی تھین کہ دفعتہً اقبال جدید کا ستارہ چمکا اور اُسنے ایسا نور ڈالا کہ سب کا علاج ہوگیا الا من شاء اللہ اور اگر ایسی زبردست روشنی اُن پر نور افشان نہوتی تو

انکی درستی کی بالکل امید نہ تھی چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہین - لیکن الذین کفروا من اھل الکتاب و المشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ - یعنی کفار اہل کتاب و مشرکین اپنی گمراہی سے جدا ہونے والے نہ تھے جبتک انکے پاس ایک روشن دلیل نہ آجاوے وہ دلیل ایک ایسا رسول ہی جو اللہ کی جانب سے ہے جو پاکیزہ صحیفے پڑھے جسمین راست راست مضامین لکھے ہوئے ہون - دوسرے مصرعہ کا حاصل یہ ہے کہ اُس جہان مین عالم کے بیشمار عجائب ہین چنانچہ دوزخ وہان موجود ہے جسکے ہولناک اور عجائبات اور واقعات کی کسی قدر حکایات احادیث مین آئی ہے اور جنت وہان موجود ہے جسکے بیشمار اور بیرون از عقل و قیاس نعمتون کی خبر اللہ و رسول نے دی ہے اسیطرح عالم ارواح اور صراط اور میزان وہان موجود ہین اور ان چیزونکے عجیب ہونے مین کوئی شک نہین چنانچہ اسی وجہ سے ملاحدہ اور فلاسفہ نے انکے وجود ہی کا انکار کر دیا ہے آگے ارشاد ہے ؎ ابشروا یا قوم اذ جاء الفرج ٭ افرحوا یا قوم اذ زال الحرج - یعنی اے میری قوم خوش ہوجاؤ اسلیئے کہ کشادگی آگئی اور اے قوم خوش ہوجاؤ اسلیئے کہ تنگی جاتی رہی مطلب ظاہر ہے قال ؎ آفتابے رفت در کازہ ہلال ٭ در تقاضا کہ ارحنا یا بلال - ہلال صحابی ہین مولنا نے انکی حکایت بیان کی ہی کہ وہ ایک اصطبل مین سائیس تھے وہ بیمار ہوگئے تھے حضور اُن کی عیادت کو وہان ہی تشریف لیگئے تھے حضور کی فیض رسانی کو مولانا بیان فرماتے ہین کہ اور فیض رسان تو ایسے ہوتے ہین کہ طالبین اُنکے دروازہ پر آتے ہین حضور کے اخلاق ایسے تھے کہ ظاہر حال کے اعتبار سے ایک شکستہ حال کے یہان آپ خود تشریف لیگئے حافظ شیرازی رح ایسے ہی لوگونکے بارہ مین فرماتے ہین ؎ بمبین حقیر گدایان عشق راکین قوم ٭ شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند - ایسے ہی حضرات کے بارہ مین حدیث شریف مین وارد ہوا ہے رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ یعنی بہت سے پراگندہ بال غبار آلودہ دروازون سے دھکے دیئے ہوئے اور حالت انکی یہ ہے کہ اگر اللہ پر کسی بات کے متعلق قسم کھا بیٹھین یعنی قسم کھا کر یہ کہہ دین کہ اللہ ایسا ہی کرینگے تو اللہ تعالی انکو قسم مین سچا کر دین اسی شان کو فرمایا ہے حافظ شیرازی رح نے ؎

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بین	کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

اور فلک اور ستارہ پر ناز کرنا کیا تعجب ہے جب حضرات خالق فلک و ستارہ پر ناز کرتے ہین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سطوت شوکت جو قلوب پر تھی اُسکو تو سب جانتے ہی ہین لیکن اسکے ساتھ ہی
عناصر پر بھی آپکی حکومت لگی ہے بطور کرامت ظاہر ہوتی ہے چنانچہ ایک مرتبہ زمین کو زلزلہ آیا تو آپنے
فرمایا اُسکنی یا ارض یعنی اے زمین ساکن ہو جا زمین فوراً ٹھہر گئی اور سنئے دریائے نیل کی کبھی یہ حالت ہوتی
کہ اُس کا پانی دفعۃً ٹھہر جاتا تھا اور اس قدر نہ بڑھتا تھا جس سے زراعت کی آبپاشی ہو سکے وہان کے
لوگ یہ کرتے تھے کہ ایک کنواری حسین لڑکی کو اُسمین چھوڑ دیتے تھے اُس وقت اُسکا پانی چڑھ آتا
تھا جب مصر فتح ہوا تو لوگون نے یہ قصہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے
جو امیر لشکر تھے بیان کیا اُنھون نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہوگا مین اسکی اطلاع امیر المومنین کو کرتا ہون
وہ ضرور اسکا انتظام فرما دینگے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیخدمت مین یہ سب قصہ لکھا آپنے
اُسی وقت ایک فرمان دریائے نیل کے نام صادر فرمایا جسکا مضمون یہ تھا کہ اے نیل تو اگر خدا
کے حکم سے چلتا ہے تو کسی شیطان کے اثر سے مت رُک اور حضرت عبد اللہ کو لکھا کہ یہ رقعہ
دریا مین ڈالدینا۔ چنانچہ حسب الارشاد وہ رقعہ دریا مین ڈالدیا دریا اس زور شور سے چڑھا کہ کبھی
اس زور سے نہ بہا تھا۔ الغرض حاصل مصرعہ اولی کا یہ ہوا کہ آفتاب فیض یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عیادت کیواسطے اُنکے مکان پر یعنی اصطبل مین تشریف لیگئے
یہ تو حضور کا فیض باعتبار تربیت جسم کے ہوا آگے فیض روحانی و فیض باطنی کا بیان ہے کہ بلال جو کہ
ایک حبشی تھے اُنسے آپ نہایت لطف و شفقت سے باتین کرتے تھے چنانچہ اُنسے بتقاضا
ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اے بلال ہمکو راحت دو یعنی اذان کہدو تاکہ نماز سے راحت ہو اور
نماز و اذان کی تعلیم فرمانا ظاہر ہے کہ روحانی فیض رسانی ہے قال رحمہ

زیر لب میگفتی از بیم عدو	برمنارہ رو بگو کوری او

اے بلال تم مکہ مین زیر لب آہستہ سے دشمن کے خوف سے اللہ کا نام لیتے تھے یعنی کلمہ
توحید کبھی کبھی خفیہ کہتے تھے اب مدینہ مین منارہ پر جاکر پکار کر اللہ کا نام لو یعنی اذان کہو اور
دشمن کو اندھا بنا دو اور خفیہ کہنے مین کبھی کبھی کی قید اسلئے لگائی کہ اُنکی تو یہ حالت منقول ہے کہ یہ ایک
یہودی کافر کے غلام تھے اور وہ اُنکو تمام دن دھوپ مین گرم پتھر پر لٹایا کرتا تھا اسحالت مین
بھی اُنکی زبان سے توحید کے کلمات جاری رہتے تھے اتفاقاً ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سطوت و شوکت و تصرف دریائے نیل

حضور صلعم کی حیات معنوی شریف

تعذیب حضرت بلال رضی اللہ عنہ

اللہ عنہ کا اُس طرف گذر ہوا جہاں پر حضرت بلال مبتلائے تکلیف تھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آنکے ہوئی کے پاس تشریف لیگئے اور انکے پاس ایک غلام نصرانی عداس نامی تھا جو بہت روپیہ کماتا تھا اُسکو دیکر حضرت بلال رضؓ کو چھڑالیا اُس کافر نے کہا کہ ابوبکرؓ بہت خسارہ مین رہے کہ ایسا اچھا غلام دیکر ان کو لیا ہے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ایک غلام کیا اگر تو انکے عوض مین میرا سارا گھر بھی مانگتا تو مین وہ بھی دیدیتا تو کیا جانتا ہے یہ کیا چیز ہین اور حق تعالیٰ نے اُس کافر کے کہنے کا یہ جواب دیا۔ والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا الخ یعنی قسم ہے زمانہ کی بیشک انسان (کافر) خسارہ مین ہے مگر وہ مومن جو اعمال صالحہ کرتے ہین وہ خسارہ مین نہین ہین اسی قصہ کیطرف حضرت عمرؓ نے اس نظم مین اشارہ کیا ہے ۵ ابوبکر حبانی اللہ مالا ٭ واعتق من ذخائرہ بلالا ٭ ملقد واسی النبی بکل فضل ٭ واسرع فی اجابتہ بلالا ٭ پہلے بلالا سے جو کہ ایک کلمہ ہے مراد حضرت بلال ہین اور دوسرے بلالا سے جو کہ دو کلمے ہین مراد بدون لا کے یعنی انکار کے یہ ہین کہ ابوبکرؓ نے اللہ کی راہ مین مال دیا۔ اور اپنے ذخائر سے حضرت بلال کو آزاد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حال کیساتھ غمخواری اور ہمدردی کی اور بدون انکار کے انکی اجابت مین جلدی کی ان ہی حضرت بلال کی شان مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہین ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی ابوبکرؓ ہمارے سردار ہین اور اُنھون نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا ہے اللہ اکبر کہان حضرت عمرؓ اور کہان حضرت بلال حضرت عمرؓ کی تو وہ شان ہے کہ حضور فرماتے ہین لو کان بعدی نبیا لکان عمر یعنی اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتے باوجود اس مرتبہ کے بلال رضی اللہ عنہ کو سیدنا فرماتے ہین لیکن کسی کو کیا خبر ہے کہ بلال کی کس شئے کو اُنھون نے سید فرمایا ہے اگرچہ اُس شئے مین بھی حضرت عمرؓ ہی بڑھے ہوئے تھے لیکن اُن حضرات نے اپنے کو ایسا مٹایا تھا کہ ہر ایک کو اپنے سے افضل جانتے تھے آجکل دیکھا جاتا ہو کہ تھوڑا سا پڑھ لکھکر یا کسی ادنیٰ بات سے ایسا ناز ہو جاتا ہے کہ دماغ صحیح نہین رہتا اور جو نسب مین گھٹا ہوا ہو اگرچہ زہد و تقویٰ مین بڑھا ہوا اُس مین عیب نکالتے ہین یاد رکھو حق تعالیٰ کے یہان نسب حسب کوئی شئے نہین جس پر چاہتے ہین فضل فرمادیتے ہین دیکھو ابوجہل شریف ہو کر مطرود ہوا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ باوجود عبد حبشی ہونے کے مقبول ہوگئے عجیب شان ہے ۵

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم	ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی ست

عرض حضرت بلال تو بڑے علی الاعلان توحید کو ظاہر کرنیوالے ہین شاید کبھی ایسا ہوا ہو کہ اس مصلحت سے کہ
حضور کو کوئی تکلیف نہ پہونچائے کسی خاص موقع پر اس توحید کا اخفاء فرمایا ہو اسلئے ارشاد ہے کہ اب کوئی
احتمال نہین ہا پکار کر منارہ پر جا کر اذان کہو اور دشمن کا دل جلاؤ قال مولانا الرومی رحمۃ اللہ

سید مد ز رگوش ہر غمگین بشیر	خیز اے مدبر رہ اقبال گیر

یعنی اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہر طالب دردناک اور غمگین جو درد طلب سے بیقرار ہے اسکے کان مین
بشیر یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونک رہے ہین کہ اے بدبخت اُٹھ اقبال کا راستہ لے
یعنی ہدایت کے ابواب مفتوح ہوگئے ہین اسکو اختیار کر تمام ہوگئے اشعار مثنوی کے ان اشعار مین مولانا
نے فیض وحی اور فیض نبوۃ اول بیان کیا ہے اور اُسمین فرحت ظاہر کی ہے پھر صحابہ کیطرف فیض رسانی
کیلئے جو حضور کی توجہ تھی اُسکو بیان کیا گویا یہ اشعار ان آیات کے متقارب المعنی ہین یہ تمام تر تقریر بطور
تمہید کے تھی اور اس تقریر سے مقصود مجکو شبہات کا زائل کرنا تھا کہ جو ہم لوگون کی نسبت مین ورنہ
اصل مقصود یہ تھا کہ اس نعمت عظیمہ پر فرحت ماموربہا کا طریقہ بیان کیا جائے اور اسمین جو لوگون نے
افراط تفریط کی ہے انکی اصلاح کیجائے اور مخالفین کے دلائل کا جواب دیا جائے لیکن تمہید ہی مین بہت
تطویل ہوگئی لیکن کچھ حرج نہین اسلئے کہ بہت سے فوائد اس سے معلوم ہوگئے (یہان پہونچکر نماز عصر کیلئے اُٹھے
پھر بعد نماز آگے بیان ہوا) اب مین مقصود شروع کرتا ہون تقریر سابق سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ حضور کے
وجود باجود پر فرحت ماموربہا ہے اب یہ سمجھنا چاہیے کہ اس فرحت کا طریقہ صحیحہ مقبولہ کونسا ہے
سو اسکے طریقے دو ہین ایک تو وہ طریقہ جس پر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا
ہو اسلئے کہ جیسا امت پر اس آیت کا امتثال واجب ہے حضور پر بھی واجب ہے جیسا نبی کو نبی جاننا
جسطرح امت کے ذمہ ضروری ہے اسیطرح بلا فرق اُس نبی کو بھی اپنی نبوۃ کا اعتقاد فرض ہے اسلئے یہ بات دیکھنا ضروری
ہے کہ حضور نے اس فرحت کو کس طریق سے ظاہر فرمایا ہے اور دوسرا طریقہ وہ ہے جو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے کلیاً یا جزئیاً منقول نہو بلکہ کسی نے ایجاد کیا ہو جسطرح سے آجکل بہت سے محبت کا دم بھرنیوالے
لوگ مجالس منعقد کرتے ہین اور ان مین سے بعض تو نرے مدعی ہی ہین ان جو کچھ روپیہ خرچ کرتے ہیں لیے
ہین ان مین سے اکثر کی نیت بری نہین وہ محبت سے ہی کرتے ہین مگر غلطی مین ہین اسلئے کہ محبت مین
غلطی بھی تو ہوجاتی ہے یہ تو ضروری نہین کہ جس فعل کا منشا محبت ہو اُسمین غلطی نہو جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کی

محبت کے جوش مین مثلاً ٹھیک دوپہر کو نماز پڑہنے لگے باقی جنکا کچھ خرچ بھی نہین ہوتا بلکہ اُن کو آمدنی ہوتی
ہے یعنی مولود خوان مولوی نہین ہین تو اکثر کی نیت بھی اچھی نہین اُن کا مقصود صرف روپیہ ہی ہے بلکہ
بارہا کچھہ عجب نہین کہ بعض کو اُن مین سے حق واضح بھی ہوگیا ہو لیکن اُنکا خیال یہ ہے کہ اگر ہم یہ طریقہ جاری نہ
رکھینگے تو ہمکو جو روپیہ اور نذرانے اور جوڑے ملتے ہین وہ نہ ملینگے اسلئے وہ چھوڑتے نہین میرے
پاس ضلع رُہتک سے ایک صاحب کا خط آیا اُنھین لکھا تھا کہ یہان ایک بی بی ہین جنکا نام بوبو ہے آنکے بابا
بننے کی کسر ہے ورنہ سب حرف علت جمع ہوجاتے (لطیفہ کے طور پر ہے) جیسا ایک عربی کے
شعر مین کسی نے یہ حرف جمع کیے ہین ؎ رأیت صبیا علی کثیب یجمل البدر والھلالا ÷ فقلت ما اسمک
فقال لولو فقلت لی لی فقال لالا ۔ شاعر نے کمال کیا ہے لولو اور لی لی اور لالا کو خوب جمع کیا ہے
ترجمہ یہ ہے کہ مینے ایک حسین لڑکے کو ایک ٹیلہ پر دیکھا اور نام پوچھا اُسنے کہا لولو مین نے کہا تو میرا ہے اُسنے
کہا نہین اور یہ لولو یعنی موتی سے ہے وہ لولو نہین جس سے بچون کو ڈراتے ہین اس پر ایک اور حکایت یاد
آئی نصیر شاعر کا ایک لڑکا بچہ تھا ایکبار چند شعراء نصیر سے ملنے آئے نصیر موجود نہ تھا یہ بچہ تھا شعراء نے
اس سے فرمایش کی کہ کوئی شعر فی البدیہ بنا کر سناؤ اُسنے عجیب شعر اپنے بچپن کی شان کے موافق
بیساختہ کہا ؎ اے بتو مجکو در گوش دکھاتے کیون ہو ÷ مین ہون بالا مجھے لولو سے ڈراتے کیون ہو
غرض اُن صاحب نے لکھا تھا کہ یہان وہ بی بی مولد شریف پڑھتی ہین اور انکا کچھہ نذرانہ بھی مقرر ہے اور ایک
نئی بات یہ ہے کہ عید بقرعید کی نماز بھی عورتون کو پڑہاتی ہین اور ان سب قصون کی جڑ وہی نذرانہ ہے اسی
واسطے مین تو اپنے دوستون سے یہ کہا کرتا ہون کہ ان بدعات کرنیوالون کو منع نہ کرو لیکن انکو دینا چھوڑ دو
جب مفت محنت کرنا پڑیگی وہ خود ہی تنگ ہوکر ان بدعات کو چھوڑ دینگے اسلئے کہ کام تو پورا کرنا پڑیگا اور
ملیگا کچھہ بھی نہین تو خواہ مخواہ کی مشقت بھی ہوگی اور وصول کچھہ نہوگا تو خود ہی چھوڑ دینگے بہرحال ہر عمل
کے دو طریقے ہوسکتے ہین ایک منقول اور دوسرا تراشا ہوا گفتگو اسمین ہے کہ اس فرحت کا طریق مروج کس قسم
مین داخل ہے اسکے لیے مین ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہون اس سے یہ واضح ہوجائیگا کہ جتنی چیزین بعد خیر القرون
کے ایجاد ہوتی ہین ان مین کونسی بدعت ہے اور کونسی مستحب اور مندوب اور ثابت بالشریعۃ ہین اور اُسی
سے یہ بھی واضح ہوگا کہ اس فرحت کے ظاہر کرنیکا آیا کوئی طریقہ مقبول ہے یا نہین اور نیز طریقہ مروجہ بدعت
ہے یا نہین پس جاننا چاہیے کہ بعد خیر القرون کے جو چیز ایجاد کی گئی ہین انکی دو قسمین ہین ایک تو وہ کہ

انکا سبب داعی بھی جدید ہے اور وہ موقوف علیہ کسی ماموربہ کی ہیں کہ بغیر انکے اُس ماموربہ پر عمل نہیں ہو سکتا ہے جیسے کتب دینیہ کی تصنیف اور تدوین مدرسون اور خانقاہون کی بنا کہ حضور کے زمانہ میں انمین سے کوئی نہ تھی اور سبب داعی انکا جدید ہے اور نیز یہ چیزین موقوف علیہ ایک ماموربہ کی ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ دین کی حفاظت سب کے ذمہ ضروری ہے اسکے بعد سمجھے کہ زمانہ خیریت نشانہ مین دین کی حفاظت کیلئے وسائط محدثہ مین سے کسی شی کی ضرورت نہ تھی تعلق مع اللہ یا بلفظ آخر نسبت سلسلہ کی بہ برکت حضرت نبوۃ سب مشرف تھے قوۃ حافظہ اس قدر قوی تھی کہ جو کچھہ سُنتے تھے وہ سب نقش کالحجر ہوجاتا تھا فہم ایسی عالی پائی تھی کہ اسکی ضرورت ہی نہ تھی کہ سبق کیطرح انکے سامنے تقریرکرین ورع و تدین بھی غالب تھا بعد اس زمانہ کے دوسرا زمانہ آیا غفلتین بڑھ گئین قوی کمزور ہو گئے ادھر اہل اہوا اور عقل پرستون کا غلبہ ہوا تدین مغلوب ہونے لگا پس علمار امت کو قوی اندیشہ دین کے ضائع ہونیکا ہوا پس ضرورت اسکی واقع ہوئی کہ دین کی تجمیع اجزائہ تدوین کیجائے چنانچہ کتب دینیہ حدیث اصول حدیث فقہ اصول فقہ عقائد مین تصنیف ہوئین اور انکی تدریس کیلئے مدارس تعمیر کئے گئے اسی طرح نسبت سلسلہ کے اسباب تقویت ابقا کیلئے بوجہ عام رغبت نہ رہنے کے مشائخ نے خانقاہین بنائین اسلئے کہ بغیر ان چیزون کے دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی پس یہ چیزین ہوئین کہ سبب انکا جدید ہے کہ وہ سبب خیرالقرون مین نہ تھا اور موقوف علیہ حفاظت دین ماموربہ کی ہین پس یہ اعمال گو صورۃ بدعت ہین لیکن واقع مین بدعت نہیں بلکہ حسب قاعدہ مقدمۃ الواجب واجب واجب ہین اور دوسری قسم وہ چیزین ہین جنکا سبب قدیم ہے جیسے مجالس میلاد مروجہ اور تیجہ دسوان چہلم وغیرہا من البدعات کہ انکا سبب قدیم ہے مثلاً مجلس میلاد کے منعقد کرنیکا سبب فرح علی الولادۃ النبویہ ہے اور یہ سبب حضور کے زمانہ مین بھی موجود تھا لیکن حضور نے یا صحابہ نے یہ مجالس منعقد نہین کی کیا نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہانتک نہین پہونچا اگر سبب اسکا اسوقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ منشار انکا موجود نہ تھا لیکن جبکہ باعث اور بنار اور مدار موجود تھا پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور نے کبھی مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسی شے کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہین صورۃً بھی اور معنیً بھی اور من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ مین داخل ہوکر واجب الرد ہین اور پہلی قسم ما منہ مین داخل ہوکر مقبول ہے یہ قاعدہ کلیہ ہے بدعت اور سنت کے پہچاننے کا اس سے تمام جزئیات کا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور ان دو قسمون مین ایک اور فرق عجیب ہے وہ یہ ہے کہ پہلی قسم کے تجویز کرنیوالے خواص یعنی علمار ہوتے ہین اور اسمین عوام تصرف نہین کرتے اور دوسری قسم کے تجویز کنندہ عوام کالانعام ہوتے ہین اور وہی اسمین

بدعت اور سنت میں ایک عجیب فرق

ہمیشہ تصرفات کیا کرتے ہین چنانچہ مولد شریف کی مجلس کو ایجاد بھی ایک بادشاہ نے کیا ہی کہ اُسکا شمار
عوام ہی مین ہی اور عوام ہی ابتک اسمین تصرفات بھی کرتے ہین چنانچہ چند روز سے اسمین ایک اور ترقی ہوئی
ہی کہ اس دن عید منانے لگے ہین اور اُسکا نام رکھا ہے عید میلاد النبی پرانی رسم مولد کے متعلق تو علمائے
مستقل رسائل لکھے ہین جیسے براہین قاطعہ وغیرہ اور احقر نے بھی اصلاح الرسوم مین مفصل بحث لکھی ہی لیکن
اس نئی رسم کے متعلق جسکا نام عید میلاد النبی رکھا گیا ہی ابتک کوئی رسالہ نظر سے نہین گذرا اگرچہ اجمالاً مینے
گذشتہ دو سال کے دو وعظ مین اسکا کچھہ بیان کیا ہی جو طبع ہو گیا ہے لیکن مفصل بحث اسکے متعلق نہین کیگئی
آج اسی کے متعلق بیان کرنیکا ارادہ ہی لیکن تمہید مین دیر ہوگئی خیر مقصود اکثر مختصر ہی ہوتا ہے اسلئے اسمین زیادہ دیر
نہوگی لیکن اتنا مختصر بھی نہوگا کہ کوئی پہلو رہ جائے - جاننا چاہیے کہ عید میلاد النبی کے نام سے جو ایک رسم شائع
ہوئی ہی اسکے متعلق دو کلام ہین ایک تو اس کے نامشروع ہونیکے متعلق دلائل دوسرے مخالفین کے دلائل کا
جواب اسکے بعد سمجھیے کہ شریعت کے دلائل چار ہین کتاب - سنت - اجماع - قیاس انشاء اللہ چارون سے
گفتگو کی جاویگی اول کتاب اللہ کو لیجیے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہین ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین
مالم یاذن بہ اللہ یعنی کیا اُنکے لیے شرکا ہین کہ اُنھون نے اُنکے لیے دین کی وہ بات مقرر کردی
جسکی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہین دی - یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ دین کی بات بدون اذن
الٰہی یعنی بدون دلیل شرعی کسی کو مقرر کرنا مذموم و مستنکر ہے یہ تو کبریٰ ہی اور صغریٰ یہ ہے کہ عید میلاد النبی
دین ہی کی بات سمجھکر بلادلیل مقرر کیگئی ہے اور دلیل نہونا خبریا تو ظاہر ہے کہ یہ امر شریعت مین نہین ہے
امر مستحدث ہی اگر احتمال ہی تو اسکا ہی کہ کسی کلیہ مین داخل کرتے ہونگے مفصل گفتگو تو اُن کلیات کی جسمین یہ
داخل ہوسکتی ہی آگے آویگی باقی مجملاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سبب داعی اس کا قدیم ہے خواہ وہ فرح ہو یا اظہار شوکت
اسلام ہو کہ وہ بھی قدیم ہے بہرحال ان مین سے جو بھی سبب ہو تو ہم یہ کہتے ہین کہ جبکہ یہ سبب حضور اور صحابہ و
خیر القرون کے زمانہ مین بھی موجود تھا اور وہ حضرات قرآن و حدیث کو خوب سمجھنے والے تھے اور ایسا
سمجھتے تھے کہ اُسکو دیکھکر اب اجتہاد کو جائز نہین رکھا گیا پس جب مسلم ہوچکا کہ وہ کتاب و سنت کو ہم سے
زیادہ سمجھنے والے تھے اور یہ سبب بھی اُسوقت موجود تھے یعنی اظہار فرح اور شوکت اسلام کی اُسوقت بھی
ضرورت تھی بلکہ اسوقت سے زیادہ ضرورت تھی مگر اُن حضرات نے اس پر عمل نہین کیا پس معلوم ہوا
کہ کسی کلیہ مین داخل کرنا اسکا صحیح نہین اور یہ بالکل امر مستحدث اور جدید ہے کہ جسکی کچھہ اصل نہین اور

بدعت کی حقیقت یہی ہے کہ غیر دین کو دین سمجھکر کیا جاوے اور اسکو یہ لوگ دین سمجھتے ہین پس یہ بدعت واجب الترک ہے یہ تو قرآن مجید سے اسکے متعلق کلام تھا۔ اب حدیث لیجئے حضور ارشاد فرماتے ہین من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد یعنی جو شخص ہمارے اس دین مین نئی شے نکالے جو اسمین سے نہین پس وہ واجب الرد ہے جو تقریر آیت کے ذیل مین نکلی ہے وہی یہان بھی ہے اور مراد نئی شے سے وہ ہے جسکا سبب قدیم ہو اور پھر اسوقت معمول بہ نہو یا سبب جدید ہو اور نیز وہ موقوف علیہ کسی مامور بہ کی ہو وہ مامنہ مین داخل ہوکر واجب ہے۔ اور دوسری حدیث لیجئے مسلم کی روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتختصوا لیلۃ الجمعہ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعہ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شب جمعہ کو اور راتون مین سے شب بیداری کیساتھ خاص مت کرو اور یوم جمعہ کو ایام مین سے روزہ کیساتھ خاص مت کرو مگر یہ کہ اس دن مین کوئی تم مین پہلے سے روزہ رکھتا ہو اس حدیث سے یہ قاعدہ کلیہ نکلا کہ جو تخصیص منقول نہو وہ منہی عنہ ہے یہ دوسری بات ہے کہ جمعہ کے روز روزہ رکھنا کیسا ہے ہمارے علماء نے دوسری دلیل مستقل سے جواز کا حکم دیا ہے اور نہی کو عارضی کہا ہے اسوجہ سے کہ روزہ رکھکر وظائف جمعہ سے ضعیف نہو جاوے یہ فرعی گفتگو ہے یہان تو صرف اس قاعدہ کلیہ کا مستنبط کرنا مقصود ہے سو اس قاعدہ کی صحت مین مجوزین صوم جمعہ کو بھی کلام نہین ہے غرض یہ قاعدہ کلیہ کہ تخصیص غیر منقول دین کے اندر جائز نہین صحیح ہے یہ تو کبری ہے اب خاص یوم ولادت کو عید منانیکی تخصیص دیکھئے کہ یہ تخصیص کیسی ہے ظاہر ہے کہ منقول نہین ہے اور نہ تخصیص عادی ہے بلکہ اسکو دین کی بات سمجھتے ہین چنانچہ اسکے تارک کو ملامت کرتے ہین اور بددین سمجھتے ہین اگر تخصیص عادی ہوتی تو ملامت نہ کرتے اور نہ اسکو بددین جانتے جیسے کسی کی عادت ململ پہننے کی ہو تو اسکے تارک کو ملامت نہین کرتے بہرحال اس کو دین سمجھتے ہین پس یہ تخصیص دین مین ہوئی اور غیر منقول ہوئی یہ صغری ہوا اور کبری اوپر آچکا ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ تخصیص ناجائز ہے بلکہ اگر غور کیا جاوے تو مقیس علیہ یعنی یوم جمعہ سے بھی یہ بڑھکر ہے اسلئے کہ یوم جمعہ کے فضائل تو احادیث مین صراحۃ وارد بھی ہین اور یوم ولادت کی کوئی فضیلت صراحۃ وارد نہین گو قواعد سے فی نفسہ یوم ولادت مین برکت اور فضیلت ہے سبب ہی مسلمان قائل ہین ایسا کون ہوگا جو اسدن بلکہ اس ماہ کی برکت کا قائل نہو چنانچہ سیوطی یا علی قاری اس ماہ

حدیث اول۔ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ متفق علیہ۔ حدیث دوم۔ لاتختصوا لیلۃ الجمعہ۔ مسلم

کی فضیلت مین فرماتے ہین ؎ لهذا الشهر فی الاسلام فضل ٭ ومنقبة تفوق علی الشهور ٭
ربیع فی ربیع فی ربیع ٭ ونور فوق نور فوق نور - اور مین اس پر اضافہ کرکے کہتا ہون ؎ ظہور
فی ظہور فی ظہور ٭ سرور فی سرور فی سرور - اور اسمین دو پہلے واعظون کا نام بھی آگیا نور اور ظہور
اور آج کے بیان کا نام السرور رکھتا ہون اسمین وہ بھی آگیا پس فی نفسہ برکت اور فضیلت کا انکار
نہین گفتگو اسمین ہے کہ جیسے جمعہ کے فضائل تصریحاً وارد ہین ایسے یوم ولادت کے نہین پس جسکے
فضائل منصوص ہون جب اُسکی تخصیص ناجائز ہے تو جسکے فضائل منصوص نہین جب اُسکی تخصیص تو کیسے جائز
ہوگی بعض لوگون نے دعویٰ کیا ہے کہ یوم ولادت کی فضیلت بھی حدیث مین آئی ہے چنانچہ
آیا ہے کہ حضور دو شنبہ کے روز روزہ رکھا کرتے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ اس دن روزہ کیون
رکھتے ہین فرمایا ولدت یوم الاثنین یعنی مین پیر کے دن پیدا ہوا ہون تو اسکا جواب انشاء اللہ تعالیٰ
کے دلائل کے ذیل مین آویگا - اور تیسری حدیث سُننے نسائی نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم ترجمہ یہ ہے کہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری قبر کو عید مت بناؤ اور مجھہ پر درود
بھیجو کیونکہ تمہارا درود میرے پاس پہونچیگا جہان کہین تم ہوگے اس حدیث مین غیر عید کو عید منانے کی
بالتخصیص ممانعت ہے شاید کوئی اسمین شبہ کرے کہ حضور کی قبر پر تو سب جمع ہوتے ہین جواب یہ ہے
کہ جانا تو جائز ہے لیکن عید کے طرز پر جمع ہونا منہی عنہ ہے مطلب یہ ہے کہ عید مین جیسے جمع ہوتے ہین اسطرح
میری قبر پر جمع مت ہو اور عید مین اسطرح جمع ہوتے ہین کہ اُسکی تاریخ معین ہوتی ہے اور نیز اسمین تداعی یعنی اُسکا ایک
اہتمام ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو وہان جمع ہونے کیلئے بلاتا ہے پس اسطرح جمع ہونیکی ممانعت ہے
اور اتفاقی اجتماع سے ممانعت نہین ہے چنانچہ روضہ اقدس کی زیارت کیلئے جو جاتے ہین تو اُسمین یہ دونون
امر نہین ہین اُسکی کوئی تاریخ خاص معین نہین ہے بلکہ آگے پیچھے کیفما اتفق قافلے جاتے ہین اور زیارت کرکے
چلے آتے ہین اور نہ کچھہ اہتمام ہے کہ سب کا اجتماع ضروری سمجھا جاتا ہو بہرحال اس حدیث سے صراحۃً ثابت
ہوتا ہے کہ قبر شریف پر بطور عید کے جمع ہونا ناجائز ہے پس جس طرح عید مکانی ممنوع عنہ ہے اسی طرح
عید زمانی بھی منہی عنہ ہوگی اب رہ گئی یہ بات کہ اسکے بعد صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم بڑھانے
سے تو اجتماع کا عدم جواز ہی مفہوم ہوتا ہے جیسا علت فان صلوتکم ظاہر اس پر دال ہے مسوغ نے

مختلف توجیہات اسکی کی ہین میرے ذہن مین سب سے اقرب توجیہ اسکی یہ آتی ہی کہ اس سے مقصود یہ ہی کہ اس نہی لاتجعلوا مین اہل بدعات یہ عذر کر سکتے تھے کہ ہم تو صلوٰۃ یعنی درود شریف پڑہنے کیلئے حضور کے روضہ اقدس پر جمع ہوتے ہین اور صلوٰۃ ما مور بہ ہے تو ہمارا اجتماع جائز ہوگا تو حضور اس شبہ کا جواب دیتے ہین اور اس احتمال کا استیصال فرماتے ہین کہ درود شریف یہان آنے پر موقوف نہین ہے جہان کہین تم ہوگے درود شریف میرے پاس پہونچتا ہی اسلئے یہ عذر غیر موجہ ہے اور اس سے ایک بہت بڑی بات مستنبط ہوتی ہی کہ صلوٰۃ جسکے بعض افراد مندوب اور بعض واجب اور بعض فرض ہین جب اس کیلئے عید کے طرز پر جمع ہونا جائز نہین ہی تو کسی اور غرض مخترع کیلئے جمع ہونا تو کیسے جائز ہوگا لیکن اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ خود زیارت کیلئے جانا بھی جائز نہین اسلیے کہ وہان جب جاتے ہین تو مقصود اصلی صلوٰۃ نہین ہی بلکہ زیارت مقصود ہے اور وہ بدون حضور قبر ہر جگہ ممکن نہین اور زیارت کا مندوب ہونا دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہی بلکہ قرآن شریف سے بھی اسکا استحباب معلوم ہوتا ہی چنانچہ ارشاد ہی ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما ترجمہ یہ ہے کہ جب ان لوگون نے اپنے نفسون پر ظلم کیا تہا یعنی معاصی ان سے سرزد ہوئے تھے اگر اسوقت یہ لوگ آپکی خدمت مین آتے اور وہان آکر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول یعنی آپ بھی انکے لئے دعائے مغفرت فرماتے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنیوالا اور رحم فرمانیوالا پاتے اور جاؤک (آپکے پاس آتے) یہ عام ہے خواہ حیات مین ہو یا بعد الممات ہو اس سے زیارت کا مندوب ہونا بلکہ ناکد معلوم ہوتا ہے اور اس پر بشارت ہی کہ وہان حاضر ہوکر توبہ کرنے سے توبہ قبول ہوتی ہی ایک لطیفہ یاد آیا کہ کانپور کے ایک مدرسہ مین بچون کا امتحان ہو رہا تہا انکو چہل حدیث یاد کرائی گئی تہی ممتحنین مین ایک صاحب اہل ظاہر عـہ بھی تھے حدیث یہ آئی من حج ولم یزرنی فقد جفانی یعنی جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اُس نے میرے ساتھ بیمروتی کی وہ صاحب کہنے لگے کہ یہ حدیث تو حیات کیساتھ مخصوص ہے بچہ کیا جواب دیتا وہ آگے پڑہنے لگا اتفاق سے اس کے بعد یہ حدیث تہی من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی یعنی جسنے میری زیارت میری وفات کے بعد کی تو گویا اُس نے میری زندگی مین میری زیارت کی ایک مولوی صاحب انکے پاس بیٹھے تھے اُنھون نے فوراً کہا کہ

عـہ اہل ظاہر کہتے ہین کہ زیارت قبر نبوی کیلئے سفر کرانا ناجائز ہے ۱۲

زیارت قبر شریف کا قرآن شریف سے مستحب ہونا

مولانا آپکا جواب ہو گیا دیکھئے اسمین صاف ارشاد ہے کہ جو بعد ممات کے زیارت کرے وہ ایسا ہی ہے جیسے حیات مین زیارت کی اور زیارت فی الحیوۃ کی مشروعیت کو آپ بھی مانتے ہین۔ بہر حال وہان زیارت کیلئے جاتے ہین صلوۃ سفر سے مقصود بالذات نہین اور زیارت کی کوئی تاریخ معین نہین ہے اور نہ اہتمام عید کا سا ہے پس اُسکی ممانعت نہین اسی طرح اور بھی جن حدیثون سے بعض لوگون نے اسکی ممانعت سمجھی ہے اُن کو غلط فہمی ہوئی ہے زیادہ تر ایسے لوگ اس حدیث کو پیش کیا کرتے ہین لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام و مسجدی ھذا و المسجد الاقصیٰ الخ یعنی کجاوے مت باندھو مگر تین مسجدون کیطرف مسجد حرام و مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ تقریر اُنکے استدلال کی یہ ہے کہ حضور نے سفر کی ممانعت فرمائی ہے مگر ان تین مسجدون کیجانب پس معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ اگر سفر کرکے جاوے تو مسجد کی نیت سے جاوے روضہ اقدس کا قصد نہ کرے کہ وہ ان ثلثہ کا غیر ہے یہ ہے تقریر اُنکے استدلال کی۔ جواب یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ مستثنیٰ جنس مستثنیٰ منہ سے ہو یہان مستثنیٰ مساجد ہین پس مستثنیٰ منہ بھی مسجد ہی ہونا اصل ہے کہ وہی جنس قریب ہے پس تقریر کلام کی ہوگی لاتشد الرحال الی مسجد الا الثلثۃ مساجد یعنی کسی مسجد کیطرف سفر کرکے مت جاؤ مگر ان تین مسجدون کیطرف پس قبر شریف سے اس حدیث مین کوئی تعرض ہی نہین اُسکی زیارت کا تاکد بحالہ دوسری احادیث سے ثابت ہے اور ان تین مسجدون کی تخصیص اسلیئے فرمائی کہ ان تین مین مضاعفت اجر کی منصوص ہے اور کسی مسجد کیلیئے منصوص نہین ہے پس حاصل حدیث کا یہ ہے کہ ثواب کی زیادتی کے اعتقاد سے کسی مسجد کیطرف سفر نہ کرو اسلیئے کہ کسی مسجد کیلیئے زیادتی ثواب کی منقول نہین ہے بہر حال خاص زیارت قبر شریف کے قصد سے بھی سفر کرنا مندوب ہے چوتھی حدیث یہ ہے کہ عید کے روز کچھ لڑکیان کھیل رہی تھین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف اور اُنھون نے اُن لڑکیونکو ڈانٹا حضور نے فرمایا ان لکل قوم عیدا و ھذا عیدنا یعنی اے عمر منع نہ کرو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے اس حدیث مین علت اُنکے کھیلنے کے اباحت کی یہ فرمائی کہ یہ ہماری عید ہے اسمین جواز لعب کو یوم عید ہونے سے معلل فرمایا گیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عید کیساتھ خاص ہے سو اگر ہر شخص کو عید بنانا جائز ہو تو ہر روز ایسا لعب جائز ہو جاویگا اور تخصیص منصوص باطل ہو جاویگی جس سے کلام شارع کا الغا لازم آویگا یہ تو قرآن و حدیث سے ممانعت اس عید مخترع کی ثابت ہوئی

تقریر شبہ از حدیث لا تشد الرحال الخ

حدیث لعب ایام عید

تقریر دلیل سوم اجماع

اب رہا اجماع سو اس سے بھی ثابت ہے تقریر اسکی یہ ہے کہ قاعدہ اصولیہ ہے کہ تمام امت کا کسی امر کے ترک پر متفق ہونا یہ اجماع ہوتا ہے اسکے عدم جواز پر چنانچہ فقہانے جابجا اس قاعدہ سے استدلال کیا ہے جسطرح سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو ہمیشہ ترک کرنے سے استدلال کرتے تھے مثلاً وہ فرماتے ہین کہ حضور نے عید کی نماز پڑہی لیکن اسمین اذان اور تکبیر نہین تھی اسی طرح جس شے کو تمام امت نے ترک کردیا ہو وہ واجب الترک ہے اسی بنا پر فقہانے صلوۃ عیدین مین بلا اذان وتکبیر کہا ہے پس اگر یہ قاعدہ مسلم نہوتا تو آج سے عیدین مین اذان اور تکبیر کا بھی اضافہ کردینا چاہیے اور اگر مسلم ہے تو اس قاعدہ سے اور جگہ بھی کام لو اس پر ایک یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ تمام امت نے عید میلاد النبی کو ترک نہین کیا اسلیے کہ اسکو آخر ہم بھی ہین سو ہم اسکو کرتے ہین پس اجماع کہان رہا جواب اسکا یہ ہے کہ اصول فقہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ اختلاف متاخر اتفاق متقدم کا رافع نہین ہے یعنی جس امر پر تمام امت کا اتفاق زمان سابق مین متحقق ہوچکا ہو اب اس اتفاق کو بعد کا اختلاف نہ اٹھا دیگا پس جبتک تم لوگون نے اسکو ایجاد نہین کیا تھا اسوقت تک تو امت کا اسکے ترک پر اتفاق تھا اب اتفاق مرتفع نہین ہوسکتا اس قاعدہ کی ایک جزئی اور ہے کہ علماء حنفیہ نے نماز جنازہ کا تکرار جائز نہین کہا اور دلیل یہی لکھی ہے کہ صحابہ اور تابعین سے ثابت نہین غرض یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ امت کا کسی امر کو ترک کرنا اسکے عدم جواز کی دلیل ہے پس بفضلہ تعالیٰ اجماع امت سے بھی ثابت ہوگیا کہ یہ عید بدعت اور امر مخترع واجب الترک ہے ۔ اب رہا قیاس تو قیاس کی دو قسمین ہین ایک تو وہ قیاس جو مجتہد سے منقول ہو اور ایک وہ جو مجتہد سے منقول نہو اور یہ قاعدہ کہ غیر مجتہد کا قیاس مقبول نہین ہے یہ اُن واقعات مین ہے کہ جو مجتہدین کے زمانہ مین پائے گئے ہین اور جو نئے واقعات پیش آوین انمین قیاس غیر مجتہد کا معتبر ہے چنانچہ جس قدر نئی تجارتین اور ایجادات اس زمانہ مین ہوئی ہین سب کا حکم قیاس سے ہی ثابت ہوتا ہے مع ہذا ہم خود قیاس نہین کرتے اسلیے ہمکو قیاس کرنیکی ضرورت تو جب تھی جبکہ سلف کے کلام مین اس سے تعرض نہوتا اسلیے کہ ان حضرات کا قیاس ہمارے قیاس پر مقدم ہے اور اُنکے کلام مین اس سے تعرض ہے چنانچہ عید شیطان وصراط مستقیم مین بہت زور شور سے اس پر گفتگو کی ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ کسی زمان یا مکان کو عید بنانا ممنوع ہے اسمین کی کسیقدر ضروری عبارت اشاعۃ کیلیو آخر مین درج کردیجاویگی چنانچہ اب ایسا ہی کیا گیا پس قیاس سے بھی اس عید کا ناجائز ہونا ثابت ہوا ۔ یہ تو ہمارے دلائل تھے ۔ اب مجوزین عید کے دلائل کی تقریر اور انکا جواب سنئے اور انکی طرف سے دلائل کی

تقریر دلیل چہارم قیاس

[illegible]

مینے اس احتمال سے کردی ہے کہ شاید اُن مین سے کبھی کوئی انسے استدلال کرنے لگے ورنہ مینے یہ دلائل آنسے منقول نہین دیکھے بلکہ وہ تو اگر برسون بھی کوشش کرین تو انکو ایک دلیل بھی میسر نہو اسی واسطے جی تو نہ چاہتا تھا کہ انکو دلائل بتائے جاوین لیکن صرف اس وجہ سے کہ کسی کو کوئی گنجائش نہ رہے اسلئے مین دلائل بھی مع جواب نقل کئے دیتا ہون اول وہ آیت قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا سے استدلال کرسکتے ہین کہ اس آیت سے فرحت کا مامور بہ ہونا ثابت ہوا اور یہ عید بھی اظہار فرحت ہے لہذا جائز ہے جواب ظاہر ہے کہ اس آیت سے فقط فرحت کا مامور بہ ہونا نکلا اور گفتگو اس ہیئت خاص مین ہے لہذا اس آیت سے اسکو کوئی مس نہین اور اگر اس کلیہ مین داخل کرنا اسکا صحیح ہو تو فقہانے کتب فقہ مین جن بدعات کو روکا ہے وہ بھی کسی نہ کسی ایسے ہی کلیہ مین داخل ہوسکتی ہین چاہیے کہ وہ بھی جائز ہو جاوین حالانکہ کتب فقہ جو مسلم عند الفریقین ہین اُنمین اُنکی ممانعت صراحاً مذکور ہے اور ان اہل زیغ کو ہمیشہ یہی دھوکہ ہوتا ہے اور یا تجاہل ہے کہ یہ سمجھتے ہین کہ ہمارے اور اہل حق کے قضیہ کا موضوع ایک ہے اسی بنا پر اہل حق پر اعتراض کردیتے ہین چنانچہ یہان بھی مغالطہ ہے ہم جس بات کو ناجائز کہتے ہین وہ ہیئت خاصہ ہے اور جو فرحت آیت فلیفرحوا سے ثابت ہوتی ہے وہ فرحت مطلقہ ہے پس یہ یون سمجھے ہین کہ یہ لوگ فرحت کو منع کرتے ہین حالانکہ یہ صحیح نہین بلکہ اگر غور سے کام لیا جاوے تو ہم اس فرحت پر زیادہ عمل کرتے ہین اسلئے کہ یہ موجدین تو سال بھر مین ایک ہی مرتبہ خوش ہوتے ہین اور درمیان مین انکی فرحت منقطع ہو جاتی ہے اور ہم ہر وقت خوش ہین پس جو فرح کو منقطع کردین وہ آیت کے تارک ہین ہم تو کسی وقت بھی قطع نہین کرتے پس ہم بفضلہ تعالی آیت پر بھی ہر وقت عمل کرتے ہین اور دلائل منع بدعات پر بھی عامل ہین اور اہل بدعات کو دونو امر نصیب نہین ہین خلاصہ یہ ہوا کہ فرح مامور بہ کے تین درجے ہین افراط۔ تفریط۔ اعتدال۔ تفریط تو یہ ہے کہ تحدید بالمحاق والمہلک کردین کہ فلان وقت پر یہ فرح ختم ہوگئی جیسا بعض خشک مزاجون کے کلام سے مترشح ہو گیا ہے اور افراط یہ ہے کہ فرح کو جاری رکھین مگر حدود شرعیہ سے تجاوز کرین جیسا اہل تجدید بالجیم المعجمہ کا طریق متعارف ہو گیا اور اعتدال ہماری ادا مین ہے پس ہم نہ محدد ہین نہ مجدد بلکہ مدیم ہین فالحمد للہ علی ذلک۔ دوسرا استدلال موجدین کا اس حدیث سے ہوسکتا ہے کہ جب ابولہب نے حضور کی ولادت کی خبر سنی تو خوشی مین آکر ایک باندی

عہ اسلئے کہ اہل نسبت ایمان کی بشاشت اور اُسکے ذوق سے ہر وقت مخمور رہتے ہین اور اہل حق ہی بہت سے افراد اس دولت سے مشرف ہین وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء وھذا ھو الفرح المامور بہ کما مر فی تفسیر الآیۃ ۱۲ جامع

آزاد کردی تھی اور اس پر عقوبت میں تخفیف ہو گئی پس معلوم ہوا کہ ولادت پر فرح جائز و موجب برکت ہے
جواب اسکا بھی ظاہر ہے کہ ہم نفس فرحت کے منکر نہیں ہیں بلکہ اُس پر ہر وقت عالم میں گفتگو تو اس ہیئت
کذائیہ میں ہے۔ تیسرا استدلال اس آیت سے ہو سکتا ہے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں واذ قال الحواریون
یعیسی بن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء الیٰ قولہ ربنا انزل علینا
مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا وایۃ منک یعنی یاد کرو اس وقت کو جبکہ حواریوں نے
کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرما دیں عیسیٰ علیہ
السلام کی اس دعا تک کہ اے اللہ ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ وہ ہمارے لئے عید بن جاوے
ہمارے پہلوں کیلئے اور ہمارے پچھلوں کیلئے اور ایک نشانی قدرت کی ہو آپکی طرف سے اس آیت سے
معلوم ہوا کہ عطاء نعمت کی تاریخ کو عید بنانا جائز ہے اور ہمارے اصول میں یہ طے ہو چکا ہے کہ امم سابقہ
کے شرائع اگر حق تعالیٰ ہم پر نقل فرما کر اُن پر انکار نفرما دیں تو وہ ہمارے لئے حجۃ ہیں اور یہاں کوئی
انکار نہیں پس معلوم ہوا کہ عطاء نعمت کی تاریخ کو عید بنانا جائز ہے اور حضور کی ولایت ظاہر ہے کہ
نعمت عظیمہ ہے پس آپکی تاریخ ولادت کو عید بنانا جائز ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ اُس امر پر
انکار اُسی جگہ ہو جہاں وہ منقول ہو دیکھئے۔ واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم میں سجدہ تحیۃ منقول ہے
اور سجدہ تحیۃ و سجدہ تعظیمی ہماری شریعت میں منسوخ ہو چکا لیکن یہاں اُس پر انکار منقول نہیں اس کیلئے دوسرے
دلائل ہیں اسی طرح یہاں سمجھئے کہ جو آیات و احادیث ہمنے عید بنانے کی ممانعت میں اپنے دلائل میں بیان
کی ہیں وہ اسپر انکار کیلئے کافی ہیں یہ جواب تو اس تقدیر پر ہے جبکہ آیت کے معنی یہی ہوں جو مستدل نے
بیان کئے ہیں ورنہ اس آیت سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مطلب تھا کہ نزول مائدہ
کی تاریخ کو عید بنا دیں اسلئے کہ تکون میں ضمیر مائدہ کیطرف راجع ہے پس اُس سے یوم نزول المائدہ لینا مجاز ہوگا
اور یہ قاعدہ ہے کہ جبتک حقیقی معنی بن سکیں مجاز کیطرف رجوع نکیا جاویگا پس معنی یہ ہیں تکون المائدۃ
سرور النا یعنی وہ مائدہ ہمارے لئے سرور کا باعث ہو جاوے عید کے معنی متعارف نہیں ہیں بلکہ عید کا
اطلاق مطلق سرور پر بھی آتا ہے یہ کیا ضرور ہے کہ جہاں کہیں لفظ عید آوے اس سے عید میلاد النبی ہی مراد ہو
جیسے حضرات شیعہ کے نزدیک جہاں کہیں م۔ت۔ع آتا ہے اُس سے متعہ کا جواز ہی نکال لیتے ہیں
اُنکے نزدیک گویا شیخ سعدی کے شعر تمتع زہر گوشہ یافتم سے بھی متعہ نکلتا ہے اور آیت ربنا استمتع

تیسرا استدلال آیۂ واذ قال الحواریون الخ سے اور اس کا جواب

بعضنا ببعض کے بھی یہی معنی ہیں کہ اے رب ہمارے ہمارے بعض نے بعض سے متعہ کیا ہے ایسے ہی ان حضرات کے نزدیک جہاں تحقیق ع۔ی۔ د آوے اُس سے عید میلاد النبی کا جواز ثابت ہوتا ہے چوتھا استدلال اس قصہ سے ہو سکتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ نازل ہوئی تو ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ آیت عید کے ہی دن نازل ہوئی ہے یعنی یوم جمعہ اور یوم عرفہ کو نازل ہوئی ہے اور ترمذی میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے نزلت فی یوم جمعة و یوم عرفة یہ حدیث کا مضمون ہے تقریر استدلال کی اس حدیث سے یہ ہے کہ حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عید بنانے پر انکار نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ عطائے نعمت کی تاریخ کو عید بنانا جائز ہے اگرچہ یہ استدلال انکو قیامت تک بھی نہ سوجھتا لیکن ہم نے تبرعاً نقل کیا ہے کہ انکو اسمیں بھی گنجائش ہو سکتی ہے اسکے دو جواب ہیں ایک جواب تو یہی ہے کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ انکار نہیں کیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ انکار یہاں ہی منقول ہو چنانچہ ہمارے فقہا نے تعریف یعنی یوم عرفہ میں حجاج کے مشابہت سے جمع ہونے پر انکار فرمایا ہے یہ تو ضروری نہیں ہے کہ اُسی مقام پر انکار کریں نیز حضرت ابن عباس نے تخصیص کو بیس یشبی کہا ہے حالانکہ وہ منقول بھی ہے مگر صرف عادت کو عبادت سمجھنے سے انہوں نے یہ انکار فرمایا تو غیر منقول کو قربت سمجھنا تو اُنکے نزدیک زیادہ منکر ہوگا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انکار اجتماع علی شجرة الحدیبیہ پر مشہور ہی ہے پس دونوں حضرات کا انکار ایسے امور پر ثابت ہو گیا گو ہر ہر مقام پر منقول نہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہ تھا یہودی تھا اُسکو خاص طور پر الزامی جواب دیا کہ ہمارے یہاں تو پہلے سے عید ہے بلکہ اس جواب سے خود معلوم ہوتا ہے کہ عید بنانا جائز نہیں یعنی مطلب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ ہماری شریعت میں چونکہ تعیید جائز نہیں ہے اسلئے ایسے عوارض سے ہم کسی دن کو اپنی طرف سے عید نہیں بنا سکتے تھے مگر خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے اُس یوم کو عید بنا دیا۔

پانچواں استدلال اس حدیث سے وہ کر سکتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن روزہ رکھا کسی نے وجہ پوچھی تو یہ ارشاد فرمایا ذلک الیوم الذی ولدت فیہ یعنی میں اس دن پیدا ہوا ہوں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم الولادة عبادت اور قربت کا دن ہے اور فرحت و سرور علی الولادة قربت ہے لہذا یہ جائز ہے اسکے بھی دو جواب ہیں اول تو یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں

چوتھا استدلال مع جواب

پانچواں استدلال مع جواب

کرتے کہ یوم ولادۃ ہونا علت روزہ رکھنے کی ہی اسلیئے کہ دوسری حدیث مین اسکی علت یہ منقول ہی کہ
حضور نے فرمایا جمعرات اور پیر کو نامہ اعمال پیش ہوتے ہین تو میرا جی چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزہ
کیحالت مین پیش ہون اس سے صاف معلوم ہوا کہ علت صوم کی عرض اعمال ہی پس جب یہ علت ہوئی تو ولادۃ
ذکر فرمانا محض حکمت ہوگا اور مدار حکم کا علت ہوتی ہی اب آپ لوگ جو دیگر قربات کو قیاس کرتے ہو
تو تمنے حکمت کو اصل علت ٹہرا دیا حالانکہ حکمت کیساتھ حکم وہ نہین ہوتا - دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم
تسلیم کرتے ہین کہ علت حکم کی یہی ہی لیکن علت کی دو قسمین ہین ایک وہ علت جو اپنے مورد کیساتھ خاص
ہو - اور ایک وہ جسکا تعدیہ دوسری جگہہ بھی ہو اگر یہ علت متعدیہ ہی تو کیا وجہ ہے کہ اس مین تلاوت
قرآن اور اطعام طعام وغیرہ ہما کیون منقول نہین اور نیز مثل صوم یوم الاثنین کے کہ یوم ولادت ہے
تاریخ ولادت مین بھی کہ ۱۲ ربیع الاول ہی روزہ رکھنا چاہیئے دوسرے یہ کہ نعمتین اور بھی ہین مثلاً ہجرت
فتح مکہ معراج وغیرہا آپنے انکی علت سے کوئی عبادت کیون نہ فرمائی پس اس سے معلوم ہوا کہ علت اگر ہے
تو عام ہے بلکہ اسی مقام کیساتھ خاص ہی - اور اصل مدار روزہ رکھنے کا وحی ہی باقی حکمت کے طور پر ولادۃ کو
ذکر فرمایا ورنہ دوسری نعمتون کے دن بھی روزہ و تعیید چاہیئے اور اگر اسپر کہا جاوے کہ تخصیص یوم ولادت کی
وجہ یہ ہے کہ یہ اصل ہی تمام نعمتون کی پس ولادۃ اور ہجرت وغیرہ مین یہ فرق ہی اس فرق کی وجہ سے یہ
تخصیص کیگئی تو ہم کہتے ہین کہ جب اسکی بھی اصل ہی اسکو اصل ٹہرانا چاہیئے پھر حیرت یہ ہے کہ یوم الولادت
دوشنبہ کے روز تو عید نہ کرین اور تاریخ الولادت یعنی ۱۲ ربیع الاول کو عید منا دین یوم الاثنین مین تو حضور
نے ایک عبادت بھی کی ہی اور تاریخ ولادت مین تو کچھہ بھی منقول نہین ہی پس اس دلیل کا مقتضی تو یہ تھا
کہ ہر پیر کو عید کیا کرین غرض اس حدیث سے بھی مدعا موجدین عید کا ثابت نہین ہوتا یہ تو ان حضرات کے
نقلی دلائل تھے اب ہم اس بات مین عقلی گفتگو کرتے ہین اس لیئے کہ ان لوگون مین بعضے عقل پرست
بھی ہین اور وہ اس عید مین کچھہ عقلی مصلحتین پیش کیا کرتے ہین جو راجع ہین ملک اور قوم کیطرف اسلیئے ہم
اس طرز پر بھی اس مسئلہ کو بیان کیئے دیتے ہین جاننا چاہیئے کہ جسقدر عبادات شارع علیہ السلام نے
مقرر فرمائی ہین انکے اسباب بھی مقرر فرمائے ہین اور اس اعتبار سے مامور بہ کی چند قسمین نکلتی ہین اول
تو یہ کہ سبب مین تکرار ہو یعنی سبب بار بار پایا جاتا ہو سبب کے مکرر ہونے سے مسبب بھی مکرر پایا جاویگا
مثلاً وقت صلوٰۃ کیلیئے سبب ہے پس جب وقت آویگا صلوٰۃ بھی واجب ہوگی اسی طرح صیام رمضان

کیلئے شہود شہر سبب ہے جب شہود شہر ہوگا صوم واجب ہوگا اور عید کیلئے فطر اور اضحیہ کیلئے یوم اضحیہ بھی یہی
باب ہے ہے دوسری قسم یہ ہے کہ سبب بھی ایک اور سبب بھی ایک جیسے بیت اللہ شریف حج کیلئے چونکہ سبب
ایک ہے اسلئے مامور بہ یعنی حج بھی عمر بھر میں ایک ہی فرض ہے یہ دونوں قسمیں تو مدرک بالعقل ہیں اسلئے کہ عقل بھی
یہی کو مقتضی ہے کہ سبب کے تکرار اور توحد سے سبب متکرر اور متوحد ہو تیسری قسم یہ ہے کہ سبب ایک ہو اور
اور سبب کے اندر تکرار ہو جیسے حج کے طواف میں رمل کا سبب اراءۃ قوت تھی اب اراءۃ قوت تو ہے نہیں
اسلئے کہ قصہ اسکا یہ ہوا تھا کہ جب مدینہ طیبہ سے مسلمان حج کیلئے مکہ معظمہ آتے تو مشرکین نے کہا تھا کہ ان
لوگوں کو یثرب کے بخار نے ضعیف اور بودا کر دیا ہے تو حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ طواف میں رمل کریں
یعنی شانے ہلاتے ہوئے اکڑ کر طواف کرو تاکہ ان کو قوت مسلمین کی مشاہدہ ہو اب سبب تو نہیں لیکن
مامور بہ یعنی رمل فی الطواف بحالہ باقی ہے یہ امر غیر مدرک بالعقل ہے اور جو امر خلاف قیاس ہوتا ہے اس کیلئے
نقل اور وحی کی ضرورت ہوتی ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ عید میلاد النبی کا سبب کیا ہے ظاہر ہے کہ حضور کی
ولادت کی تاریخ ہونا ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تاریخ گذر گئی یا ہر بار آتی ہے ظاہر ہے کہ وہ ختم ہو گئی کیونکہ اب
جو ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ آتی ہے وہ اس خاص یوم الولادۃ کی مثل ہوتی ہے نہ کہ عین اور یہ ظاہر ہے پس
مثل کیلئے وہی حکم ثابت ہونا کسی دلیل نقلی کا محتاج ہوگا بوجہ غیر مدرک بالعقل ہونیکے قیاس اسمیں حجت نہیں
ہوگا لیکن یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضور نے یوم الاثنین میں روزہ رکھنے کی وجہ ولدت فیہ سے فرمائی
ہے تو اسمیں بھی یہ کلام ہو سکتا ہے کہ یوم الولادۃ تو گذر گیا ہے اب یہ اسکا مثل ہے اسکو حکم اصل کا کیوں ہوا جواب
یہ ہے کہ یہ صوم تو خود منقول ہے اور آپنے وحی سے روزہ رکھا ہے اسلئے اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔
اب ہم تبرعاً ان حضرات کی بھی ایک عقلی دلیل لکھکر اور اسکا جواب لکھکر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں وہ یہ ہے
کہ یہ مقابلہ ہے اہل کتاب کا کہ وہ ولادت مسیح کے دن عید کرتے ہیں ہم مقابلہ کیلئے حضور کے
یوم ولادت میں عید کرتے ہیں تاکہ اسلامی شوکت ظاہر ہو جواب یہ ہے کہ یہ تو اسوقت کسی درجہ میں صحیح ہوتا
کہ جب ہمارے یہاں اظہار شوکت کیلئے کوئی شئے نہ ہو ہمارے یہاں جمعہ عیدین سب اظہار شعائر اسلام کے
لئے ہیں دوسرے یہ کہ اگر انکا مقابلہ ہی کرنا مقصود ہے تو انکے یہاں اور دونوں میں بھی عیدین اور میلے
ہوتے ہیں تمکو بھی چاہیئے کہ ہر ہر دن کے مقابلہ میں تم بھی عید کیا کرو اسی طرح عاشورائے کے دن تعزیہ داری بھی
کیا کرو تاکہ اہل تشیع کا مقابلہ ہو چنانچہ بعض جاہل محض مقابلہ کیلئے ایسا کرتے بھی ہیں جناب اگر یہی مصلحت ہے تو

ہندوون کے یہان ہولی دوالی ہوتی ہے تم بھی اُنکے مقابلہ کیلئے ہولی دوالی کیا کرو مین ایک قصہ بیان کرتا ہون اُس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اصل اور قاعدہ آپکا بالکل بے اصل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر مین تھے کفار نے ایک درخت بنا رکھا تھا اُسپر ہتیار لٹکاتے تھے اور اُسکا نام ذات انواط رکھا تھا بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اجعل لنا ذات انواط یعنی یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی آپ ایک ذات انواط مقرر فرما دیجے یعنی کوئی ایسا درخت ہمارے لئے بھی آپ مقرر فرما دیجے کہ اُس پر ہم ہتھیار کپڑے وغیرہ لٹکا دیا کرین دیکھئے بظاہر اسمین کچھ حرج معلوم نہین ہوتا اسلئے کہ کسی درخت پر کپڑے یا ہتھیار لٹکا دینا ایک امر مباح ہے اسمین تشبہ بھی کچھ نہین لیکن چونکہ صورۃً اُنکی مشابہت تھی اسلئے حضور کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا اور فرمایا سبحان اللہ یہ تو ایسی ہی بات ہوئی جیسے قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اجعل لنا الٰہا کما لھم اٰلھۃ پس جب ہی مشابہت کو بھی حضور نے ناپسند فرمایا تو جس صورت مین اُنکی پوری شکل بنائی جاوے یہ تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا یہ اس بات مین گفتگو تھی جو اختصار کیساتھ بیان کیگئی غرض عقل سے نقل سے ہر طرح بحمد اللہ ثابت ہوگیا کہ یہ عید مخترع ناجائز اور بدعت واجب الترک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمکو فرحت کا حکم ہوا ہے اور اُسکی تحدید یا تجدید کا حکم نہین بلکہ فرح دائم اور مسرت دائمی کا حکم ہے اسلئے کسی خاص دن کو اسکے لئے مخصوص نہ کرین اور ہر وقت اس آیت پر عمل کرین چونکہ یہ باب سرور اور فرحت کے مامور بہ ہونے کے باب مین ہے اسلئے مین اسکا نام السرور رکھتا ہون اور عید المیلاد یعنی پر چونکہ اسمین مفصل کلام ہے اسلئے اسکو ارشاد العباد فی عید المیلاد کے لقب سے ملقب کرتا ہون اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرین کہ اللہ تعالیٰ

ہمکو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرماوین اور بدعات اور
تمام نامرضیات سے محفوظ رکھین آمین

یارب العالمین

ضمیمہ وعظ ہذا

اب حسب وعدہ مذکورہ وعظ بعض عبارات صراط مستقیم و تعیید کے آخر میں ملحق کیجاتی ہیں

فائدہ فی الروایات المتعلقہ بتعیید یوم من الایام وتقییدہ ببعض الاحکام

فی تعیید الشیطان تقریب اغاثۃ اللھفان لابن القیم و من ذلک اتخاذھا (ای القبور)
عیداً وھو ما یعتاد قصدہ من مکان و زمان فالزمان کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عرفۃ
و یوم النحر و ایام منی عیدنا اھل الاسلام رواہ ابو داؤد وغیرہ والمکان کما روی ابو داؤد
فی سننہ ان رجلا قال یا رسول اللہ انی نذرت ان انحر ببوانۃ قال انما وثن من اوثان
المشرکین او عید من اعیادھم قال لا قال فاوف بنذرک وکقولہ لا تجعلوا قبری عیدا وھو
ماخوذ من المعاودۃ والاعتیاد فاذا کان اسما للمکان فھو المکان الذی یقصد الاجتماع فیہ و
قصدہ للعبادۃ او لغیرھا کما ان المسجد الحرام و منی و مزدلفۃ و عرفۃ والمشاعر جعلھا
اللہ عیدا للحنفاء و مثابۃ کما جعل ایام التعبد فیھا عیدا وکان للمشرکین اعیاد زمانیۃ و
مکانیۃ ابطلھا الاسلام و عوض الحنفاء من الزمانیۃ عید الفطر و عید النحر و ایام منی
و من المکانیۃ الکعبۃ و عرفۃ و منی والمشاعر الخ صـ ۲۱ فی القول الفاصل الفارق عن الصراط
المستقیم لابن تیمیۃ و من المنکرات فی ھذا الباب سائر الاعیاد والمواسم المبتدعۃ
فانھا من المنکرات المکروھات سواء بلغت الکراھۃ التحریم او لم تبلغہ وذلک ان اعیاد
اھل الکتاب الاعاجم نھی عنھا لسببین احدھما ان فیھا مشابھۃ للکفار والثانی
انھا من البدع فما احدث من المواسم والاعیاد فھو منکر وان لم یکن فیہ مشابھۃ لا
ھل الکتاب لوجھین احدھما ان ذلک داخل فی مسمی البدع والمحدثات فیدخل
فیما رواہ مسلم فی صحیحہ الی ان قال وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ ثم قال

هذا القاعدة قد دلت عليها السنة والاجماع مع ما في كتاب الله من الدلالة عليها ایضاً
قال الله تعالیٰ ام لهم شرکاء شرعوا لهم من الدین ما لم یاذن به الله وفیه عن الصراط
المستقیم ایضاً فاما اتخاذ اجتماع راتب یتکرر بتکرر الاسابیع والشهور والاعوام غیر
الاجتماعات المشروعة فان ذلك یضاهی الاجتماعات للصلوات الخمس والجمعة
والعیدین والحج وذلك هو المبتدع المحدث ففرق بین ما یتخذ سنة وعادة فان ذلك
یضاهی المشروع وهذا الفرق هو المنصوص عن الامام احمد وغیره من الائمة الخ وفیه
عن فتح الباری وقد مضی فی کتاب العلم ان ابن مسعودؓ کان یذکر الصحابة کل خمیس الی قوله
وقد کان ذلك فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم لکن لم یجعلها راتبة کالخطبة الجمعة بل بحسب الحاجة الخ

خلاصہ مقصود وعظ یعنی حصہ دلائل وجواب دلائل متعلقہ عید المیلاد
رقم زدۂ حضرت مولنا صاحب مدظلہم العالی

یہاں دو مقام پر کلام ہوا ایک دلائل تعیید کے غیر مشروع ہونیکے دوسرے جواب اہل تعیید کے دلائل کے
سو امر اول کا بیان یہ ہے کہ اسمیں چند دلائل ہیں نمبر اول قرآن مجید میں ہے ام لهم شرکاء شرعوا لهم من
الدین ما لم یاذن به الله اس سے ثابت ہوا کہ کوئی امر بدون اذن شرعی دین کے طور پر مقرر کرنا جائز نہیں
ہے اور بدعت یہی ہے یہ تو کبریٰ ہوا اور صغریٰ ظاہر ہے کہ یہ عمل کہیں وارد نہیں جزئیاً تو ظاہر ہے اور کلیاً
بھی نہیں اور یہ محتاج بیان ہے کیونکہ اہل ابتداع اسکو کسی کلیہ میں داخل کر سکتے ہیں مگر وہ ادخال بدلیل
قوی غیر صحیح ہے وہ دلیل یہ ہے کہ جو داعی ہے اسکے ایجاد کا خواہ اظہار سرور وفرح نعمت الٰہیہ پر یا اظہار
شوکت اسلام بمخالفین پر وہ داعی جدید نہیں قدیم ہے اور باوجود اسکے کسی نے خیر القرون میں ایسا عمل
نہیں کیا اور وہ حضرات قرآن مجید وحدیث شریف کو تمام امت سے زیادہ سمجھنے والے تھے پس دلیل
ہے اسکی کہ یہ ادخال صحیح نہیں۔ نمبر ۲۔ حدیث صحیح ہے من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه
فهو رد۔ اسمیں بھی وہی تقریب ہے جو ابھی مذکور ہوئی۔ نمبر ۳۔ مسلم کی روایت ہے قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم لا تختصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام
الا ان یکون فی صوم یصومه احدکم۔ اس حدیث سے تخصیص غیر منقول بطور قربت کا منہی عنہ ہونا

بطور قاعدہ کلیہ کے ثابت ہوا گو بعض علماء نے صوم جمعہ کو بانفرادہ بھی جائز رکھا مگر وہ بھی اس کلیہ کو مانتے
ہین انھون نے اس تخصیص کو نقل سے ثابت کر کے اجازت دی ہے اور نہی کو اعتقاد وجوب وغیرہ پر
محمول کیا ہے سو یہ دوسری بات ہے مقصود ہمکو صرف اس کلیہ کی صحت کا ثابت کرنا ہے سو وہ بالاجماع
ثابت ہے یہ تو کبریٰ ہوا اور صغریٰ ظاہر ہے کہ عمل مبحوث فیہ مین صریح تخصیص ہے اور تخصیص بھی بطور دین
عبادت کے کیونکہ اسکو عوام کیا بلکہ خواص بھی دین کی بات سمجھتے ہین جسکی کھلی نشانی یہ ہے کہ اس تخصیص کے
تارکین کو دینا برا سمجھتے ہین اور تخصیصات عادیہ مین ایسا نہین سمجھتے دوسری علامت اسکے تخصیص عادی
نہ سمجھنے کی یہ ہے کہ اسمین کبھی تقدیم وتاخیر گوارا نہین کرتے اور تخصیصات عادیہ مین عوارض سے
تقدیم وتاخیر ہو جاتی ہے پس یقیناً یہ تخصیص منہی عنہ مین داخل ہے بلکہ اس سے بھی بڑھکر کیونکہ یوم جمعہ کے تو فضائل
بھی وارد ہین جب اسمین ایسی تخصیص جائز نہین تو جس تاریخ کے فضائل بھی منقول نہین اسمین ایسی تخصیص کب جائز
ہوگی اور اسکے منقول ہونے پر جو ان موجدین کا استدلال ہے اسکا جواب بھی آویگا جہان دوسرے مقام پر
کلام ہوگا۔ یہ دلائل عامہ مین آگے دلیل خاص ہے درباب خصوص تعیید کے۔ نمبر ۴۔ نسائی نے حدیث
روایت کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلاتکم
تبلغنی حیث کنتم۔ یہ حدیث صحیح ہے اس امر مین کہ عید کے طرز پر کہ اسمین اہتمام اجتماع کا ہوتا ہے
جمع ہونے کو منع فرمایا ہے اور اس اجتماع کی اگر کوئی تاویل کرتا کہ ہم تو صلاۃ کیلئے جمع ہوتے ہین جیسا عادت
ہے اہل ابتداع کی کہ کلیات منقولہ مین زبردستی جزئیات مبتدعہ کو داخل کیا کرتے ہین اسکو رد فرمادیا کہ صلاۃ
ہر جگہہ سے ہوسکتی ہے یہ اجتماع پر موقوف نہین اور اس سے بہت بڑی بات ثابت ہوگئی کہ جب صلاۃ
کیلئے جو کہ مندوب قربت ہے ایسا اجتماع کالعید جائز نہین تو دوسرے اغراض کیلئے جو اس سے
ہی ادنی ہین ایسا اجتماع کہان جائز ہوگا یہ حدیث خاص عید کی تخصیص کی نہی پر دال ہے کہ کسی عید کا
ابتداع ناجائز ہے اور اس تقریر سے نفس زیارت قبر نبوی یا اسکے لئے سفر کرنیکی نہی نہین لازم آئی
کیونکہ وہان صرف زیارت کے برکات حاصل کرنا مقصود ہے جو کہ دوسری روایات سے مندوب ہے وہان
تاریخ مقصود نہین اور نہ محض صلاۃ کیلئے سفر کیا جاتا ہے جس پر صلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم سے
شبہہ ہو سکے۔ نمبر ۵۔ حدیث مین ہے کہ عید کے روز جاریاں طرز تفریح وسرود پر حضرت عمرؓ نے انکار فرمایا تھا تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہذا عیدنا اس سے صاف معلوم ہوا کہ اپنے سے عید بنانا جائز

نہین ورنہ یہ تعلیل خاص رہیگی۔ عید منقول کیساتھ کیونکہ جسروز کو کوئی عید بنا لے وہان ہی یہ تعلیل جاری ہوجاویگی حالانکہ
خاص ہے نا تعلیل کا صاف ظاہر ہے اور بعدم تخصیص کے الغا کلام شارع لازم آویگا۔ یہ تو دلائل کتاب و سنت سے تھے
نمبر۶۔ امت کا اجماع کسی امر کے ترک پر یہ اجماع ہے جس سے استدلال کرنا خلفاً عن سلف منقول ہے چنانچہ
ماہر اصول و فقہ پر مخفی نہین جیسا عیدین مین اذان نہونے کو اسی غرض کیلئے نقل کیا گیا ہے اور جمعہ مین صلوٰۃ کی
تقدیم کو خطبہ پر نظر انکار سے دیکھا گیا ہے حنفیہ نے صلوٰۃ جنازہ کے عدم تکرار یا صلوٰۃ علی القبر کی نفی
اسی سے استدلال کیا ہے کہ سلف نے نہین کیا۔ یہی قصہ عید میلاد مین ہے کتاب و سنت کے بعد یہ اجماع ہوگیا
نمبر۷۔ علماء نے اپنی کتب مین اسی سے بحث بھی کی ہے کما فی تبعید الشیطان و فی الصراط مستقیم
پس یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ شاید تمہارے استدلال مین کوئی خدشہ ہو پس قیاس بھی اس پر دال ہوگیا۔ دوسرا
مقام جواب ہے موحدین کے دلائل کا اور جو دلائل مین نقل کرتا ہون جنسے اُنسے کہین منقول نہین دیکھے اور شاید
اُنکے ذہن مین بھی نہ آتے ہون مگر احتیاطاً تمام محتملات کا جہان جہان گنجایش محتمل تھی انسداد کئے دیتا ہون۔
نمبر۱۔ یہ جو آیت سے بڑی ہی ہے یہین احتمال ہے کہ شاید استدلال کرسکین جواب ظاہر ہے کہ فرح کو کون منع کرتا ہے
اُسکی خاص ہیئت کو منع کرتے ہین اور اُسکا جواز آیت مین منقول نہین اگر ایسے کلیات سے استدلال ہو تو فقہا
کی تصریحاً منع کی ہوئی بدعات صلاۃ الرغائب وغیرہ سب جائز ہونگی کسی کلیہ مین تو وہ بھی داخل ہین یہی
ایک خرابی ہے اہل بدع مین کہ تامل نہین کرتے کہ قضیہ مہملہ مین موضوع اور ہے اور قضیہ مجوزہ مین اور پھر تناقض
کہان کہ ایک کے اثبات سے دوسرے کی نفی ہوجاوے اُسکی نظیر الزنجی اسود و الزنجی لیس باسود ہے
بلکہ اگر غور سے کام لیا جاوے تو اس آیت پر ہم زیادہ عامل ہین اسلئے کہ موحدین کا فرح تو متجدد ہے جسکے
معنی یہ ہین کہ درمیان مین فرح نہ تھا پھر تازہ کیا ہے اور ہمارا فرح دائم ہے پس آیت اُنکے خلاف ہوگی جو فرح کو
منقطع سمجھتے ہون یعنی اس نعمت کا شکر ترک کردیا ہو جسکو حق تعالی نے لقد من اللہ الخ مین بھی ذکر فرمایا
ہے اور اس آیت مین بھی فضل و رحمت کی سب سے بڑھکر فرد وجود باجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پس
جو فرح کو منقطع کرچکے ہون وہ آیت کے مخالف ہونگے جیسے کہ جو فرح کو متجدد کرتے ہین وہ دوسری آیت
ناھیہ مین الابتداع کے خلاف کرتے ہین حاصل تقریر کا یہ ہے کہ اس فرح کی تجدید تو تفریط ہے اور اسکی تجدید
بالحیئۃ افراط ہے اور اسکی ادامت مطلوب ہے سو بحمد اللہ تعالی ہم اس نعمت ادامت سے مشرف کئے گئے ہین نہ تجدد مین نہ تجدید
نمبر۲۔ ایک استدلال مشہور ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کردیا تھا اور اسکو تخفیف ہوگئی جواب اسکا بھی ہے جو گذرا کہ

نفس فرح کو کون منع کرتا ہے مگر اس سے قیود و خصوصیات یا تعیید کیسے ثابت ہوئی۔ نمبر ۳۔ شاید کوئی اس آیت سے استدلال کرے قال عیسیٰ بن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا الآیہ۔ کہ دیکھو اس میں مصرح ہے کہ یوم عطائے نعمت کو عید بنانا تجویز کیا اور اصول میں مقرر ہے کہ اذا قص اللہ الخ اور اس پر بیان انکار کیا نہیں گیا پس حجۃ ہماری لئے بھی ہو جاویگی جواب اسکو دو ہیں اول یہ کہ یہ ضرور نہیں کہ اسی جگہہ انکار ہو شریعت میں کہیں بھی ہو کافی ہے چنانچہ سجدہ ملائکہ لآدم علیہ السلام وسجدۃ الدین اخوۃ یوسف علیہ السلام جس جگہہ منقول ہے وہاں انکار نہیں اور پھر فقہاء نے سجدہ تحیۃ للمخلوق کی حرمت مانی ہے اور اس تعیید کے انکار کے دلائل شرعیہ اول منقول ہو چکے ہیں پس استدلال تام نہ ہوا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یوم نزول مائدہ کا عید بنانا مذکور ہی نہیں صرف مائدہ کیطرف ضمیر راجع ہے اور عید بمعنی سرور ہے یعنی وہ مائدہ ہمارے اول وآخر کیلئے مایہ سرور بنجاوے کہ اس نعمت پر دائما فرحان وشادان وشاکر رہیں کما ذکر فی فضل اللہ ورحمتہ نمبر ۴۔ بخاری میں قصہ ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر آیتہ اکملت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس یوم کو عید بنا لیتے۔ جسکے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا نزلت یوم جمعہ وعرفہ وکلاھما بحمد اللہ لنا عید اور طبری اور طبرانی میں ہے وھما لنا عیدان اور ترمذی میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ جواب دیا نزلت فی یوم عید من یوم جمعہ ویوم عرفہ دیکھو ان دونوں حضرات نے تعیید پر انکار نہیں کیا بلکہ سکوت ثابت کیا کہ اس روز ہماری بھی عید تھی اسکے بھی دو جواب ہیں ایک یہ کہ انکار اسی جگہہ ضرور نہیں جیسا کہ مذکور ہوا دلائل شرعیہ انکار کے کافی ہیں چنانچہ ہمارے فقہا سے تعریف پر انکار کرنا بھی ایک عید ہے اور حضرت عمرؓ سے شجرہ حدیبیہ پر اجتماع کا انکار کہ وہ بھی مشابہ عید کے تھا منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی تعیید کو جائز نہ سمجھتے تھے نیز حضرت ابن عباسؓ کا قول صحیحین وسنن ترمذی ونسائی میں مروی ہے لیس التحصیب بشیٔ انما ھو منزل نزلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی التعلیق الممجد حالانکہ تحصیب منقول ہے لیکن صرف اتنی بات پر کہ کوئی شخص عادت کو عبادت سمجھ جاوے اسکو لیس بشیٔ کہتے ہیں تو جو سرے سے منقول ہی ہو نہ کہ اسکو عبادت سمجھنا انکے نزدیک کسقدر قابل انکار ہوگا اور یہاں ہی سے معلوم ہوا کہ انسے جو تعریف مذکور نقل کیگئی ہے وہ روایت یا اس علت سے جسپر انکا فتوی تحصیب کے باب میں دال ہے معلول ہے یا ماول ہے قصد دعا بلا التزام ویلا تشبہ باہل عرفات کیا تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہودی کو اس مسئلہ شرعیہ کے بتلانیکی حاجت نہ تھی کہ یہ تعیید کیسی ہے بلکہ اسکو ایک خاص طرز پر جواب دیا کہ تو جو کہتا ہے کہ ایسی نعمت عظمی پر عید نہیں ہوئی یہ غلط ہے ہم تو پہلے عید کرتے ہمارے

یہاں پہلے سے عید ہی نہ ہوا کہ اگر غور کیا جاوے تو اس سے بھی نکیر علی التعیید ثابت ہوتا ہے یعنی ہماری شریعت میں چونکہ
ایسے اسباب سے عید کرنا درست نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کو اسکے نزول کے یوم کو عید کرنا مقصود نہ تھا اسلئے ایسے ہی قرآن
نازل فرمایا کہ عید بھی نہ ہو جاوے اور بدعت سے بھی بچے رہیں ۔ نمبر ۵ - ایک احتمال اس حدیث سے استدلال کرنیکا ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے روز روزہ رکھتے تھے اور سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ذلک الیوم الذی ولدت فیہ
اس سے معلوم ہوا کہ یوم ولادت میں کچھ قربات ادا کرنا مشروع ہے اور فرح و سرور یا اجتماع للذکر و تقسیم طعام یا شیرینی یہ سب
قربات ہیں پس یہ بھی مشروع ہو گئے جواب اسکے دو ہیں - ایک تو یہ کہ حدیث میں ایک دوسری وجہ بھی منقول ہے وہ یہ کہ اس یوم
میں اور خمیس میں بھی اعمال پیش ہوتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ حالت صوم میں میرے اعمال پیش کئے جاویں پس اس
صورت میں احتمال ہو گیا کہ ذلک الیوم الذی ولدت فیہ علت نہ ہو بلکہ علت تو عرض اعمال ہو اور وہ حکمت ہو
اور حکمت کیساتھ حکم دائر نہیں ہوتا دوسرے دو حال سے خالی نہیں آیا یہ علت عام اور یہ حکم موافق قیاس کے ہے یا علت
خاص اور حکم خلاف قیاس ہے اگر شق اول ہے تو کیا وجہ کہ یوم الاثنین میں کہ یوم ولادت ہے نوافل اور تلاوت قرآن و اطعام
طعام حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ سے منقول نہیں باوجود توفر رغبت الی الخیر کے نیز ربیع الاول کی ۸ یا ۱۲ کہ تاریخ
ولادت ہے خود روزہ کیوں منقول نہیں نیز ولادت جیسی نعمت ہے بہت سی اور نعمتیں بھی آپکو عطا ہوئیں نبوت ہجرت فتح مکہ
وغیرہا انکے ساتھ کسی عبادت کو معلل کیوں نہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ نہ علت عام ہے نہ حکم موافق قیاس کے ہے علت بھی خاص ہے
اور حکم بھی خلاف قیاس ہے اور اصل مدار اسکا وحی اور نقل ہی ہے پس ایسی حالت میں قیاس کہاں جائز ہوگا خاصکر غیر مجتہد کو جبکہ
ایسے مقام پر مجتہد کو بھی جائز نہیں اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہے تو موافق قیاس کے لیکن اور نعمتیں فرع ہیں اور ولادت اصل ہے اسلئے
اس روز قربات مشروع ہوئیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ حمل ولادت کی بھی اصل ہے اس تاریخ میں کوئی قربت کیوں نہیں مشروع
ہوئی پھر یہ کہ دوسری قربات آپ سے خود یوم ولادت یا تاریخ ولادت میں کیوں منقول نہیں علاوہ اسکے اگر اس سے
استدلال کیا جاوے تو حیرت ہے کہ یوم ولادت کہ یوم الاثنین ہے جو کہ حدیث میں مذکور بھی ہے اس میں تو عید نہ کریں اور
تاریخ ولادت جس میں کوئی چیز بھی حضور سے منقول نہیں اس میں عید کریں پس چاہئے کہ ہر دوشنبہ کو
وہی اہتمام کیا کریں جو ۱۲ ربیع الاول کو کیا جاتا ہے یہ گفتگو تھی دلائل سمعیہ میں جانبین سے اب ہم اہلسنت
کی طرف سے ایک عقلی دلیل بھی بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ شریعت میں ہر فعل کا ایک سبب خاص ہوتا
ہے اور اس سببیت کی تین صورتیں شریعت میں پائی جاتی ہیں ایک یہ کہ سبب بھی
بار بار پایا جاتا ہے اور مسبب بھی بار بار پایا جاتا ہے جیسے اوقات صلوٰۃ صلوٰۃ کے لئے اور رمضان

صوم کے لئے فطر صیام عید کے لئے یوم اضحی اضحیہ کے لئے دوسرے یہ کہ سبب بھی ایک
ہی ہے مسبب بھی ایک جیسے بیت اللہ حج کے لئے اور یہ دونوں امر مدرک بالعقل ہیں اور
اور تیسری صورت یہ کہ سبب ایک بار پایا گیا اور مسبب بار بار پایا جاوے جیسے مشرکین کو قوت
دکھلانے کے لئے رمل کیا گیا تھا پھر ارادۂ قوت تو نہ رہی مگر رمل رہ گیا اور یہ امر مدرک بالعقل
نہیں اسلئے اس میں بجز وحی کے کوئی سبیل نہیں جب یہ قاعدہ ممہد ہو گیا اب ہم پوچھتے ہیں کہ
عید میلاد کا سبب کیا ہے ظاہر ہے کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ہونا اب
دیکھئے کہ وہ تاریخ واحد ہے جو منقضی ہو گئی یا متجدد ہے ظاہر ہے کہ وہ منقضی ہو چکی دوسری
تاریخ اسکا عین نہیں صرف مثل ہے اور مثل کا مدار حکم ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں پس اس حالت
میں عید کا متجدد ہونا امر غیر مدرک بالعقل ہو گا اس لئے محتاج وحی ہو گا قیاس اس میں حجت
نہو گا اور وحی ہے نہیں اس لئے اسکو زیادت علی الشرع کہیں گے اور اس سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ذلک الیوم الذی ولدت فیہ پر شبہ نکیا جاوے کہ وہ یوم
تو منقضی ہو گیا تھا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ہم کہہ چکے ہیں کہ وحی کی ضرورت ہے اور
آپ کے پاس اس حکم پر وحی تھی اور جس طرح یہ ہمارے پاس دلیل عقلی ہے اسی طرح
اُن کے پاس بھی ایک دلیل عقلی ہے وہ یہ کہ اس میں مقابلہ ہے اہل کتاب کا کہ وہ ولادت
مسیح علیہ السلام کے دن اظہار شوکت کرتے ہیں پس ہم ولادت نبویہ کے روز کرتے ہیں
اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ ہمارے لئے اظہار شوکت کا دن شارع علیہ السلام
مقرر فرما چکے ہیں عید بقرعید بلکہ ہر جمعہ پھر اس اختراع کی کون حاجت ہے دوسری اگر یہی بات
ہے کہ اُن کے ہر عمل کے مقابلہ میں ایک ایسا ہی عمل ہو تو چاہیئے کہ اہل سنت محرم کی دسویں
بھی کیا کریں تاکہ اہل تشیع کے مقابلہ میں اظہار شوکت اہل حق ہو اور نیز عوام اُن کی دسویں میں جانے
سے بچیں اور اگر اس کا کوئی التزام کرے تو اس کے جواب کے لئے ایک حکایت نقل کرتا
ہوں کہ جونپور میں ایک صاحب ہر مہینہ کی دسویں کو مجلس کیا کرتے تھے اور ایسی ہی مصلحت
بیان کرتے تھے ایک محقق عالم نے ان سے کہا کہ اگر ایسی ہی مصلحت ہے تو ہنود کے
ہولی دوالی ہوتی ہے تو چاہیئے مسلمان بھی ایک ہولی دوالی کیا کریں اسی راز کی بنا پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مقابلہ پر انکار صریح فرمایا ہے جبکہ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اجعل لنا ذات انواط کما لھم ذات انواط تو آپ نے فرمایا یہ تو ایسی ہی بات ہوگئی جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا اجعل لنا الٰھا کما لھم آلھۃ اور جاننا چاہیئے کہ بعض مقامات پر ایک مجلس رجبی کے نام سے بتخصیص تاریخ ۲۷ رجب نہایت اہتمام سے منعقد ہوتی ہے دلائل مذکورہ منع کے اور جوابات وشبہات جواز اُس میں بھی اکثر جاری ہیں بس اُس کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ بھی داخل بدعت ہے۔

کتبتہ لیلۃ الاثنین ثامن ربیع الاول تاریخ المولد الشریف عند کثیر من العلماء سنہ ۱۳۲۳ ہجری

ثم بعد ھذا التحریر ذکر ھذا المضمون تقریرا یوم الجمعۃ ثانی عشر من الشھر المذکور تاریخ المولد الشریف علی القول المشھور من السنۃ المذکورۃ

اطلاع

متعلق دفتر دعوات عبدیت

مقام بنت ضلع مظفرنگر

جوکہ میرے بڑے لڑکے برخوردار رفیق احمد سلمہ الصمد نے تھانہ بھون ضلع مظفرنگر میں مطبع موسوم امداد المطابع جاری کیا ہے اور وہاں سے ایک سالہ الامداد بسرپرستی طبیب الملت حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ماہوار شائع ہونا شروع ہوگیا ہے جسکی نسبت اشتہارات علیحدہ طبع ہوکر شائع ہوچکے ہیں اسلئے ہمنے بغرض آسانی طالبین و شائقین دعوات عبدیت کے اپنا دفتر دعوات عبدیت بنت ضلع مظفرنگر کا ماہ رجب ۳۳ھ سے متعلق امداد المطابع تھانہ بھون کردیا ہے اور بہت سامان وہاں بھیجدیا ہے۔ جن حضرات کو ضرورت ہو تاجرانہ نرخ پرمال بکفایت منشی رفیق احمد ایڈیٹر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر سے طلب فرماویں:۔

الملتمس:۔ محمد صدیق احمد بنت ضلع مظفرنگر

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی مدظلہم العالی کے مواعظ

حضرت مولانا موصوف کے مواعظ کا مطالعہ کرنا تجربہ اور مشاہدہ سے نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہے انکے بغور دیکھنے سے دین اور دنیا دونوں درست ہوجاتے ہیں اسلئے ان مواعظ کے ضبط اور طبع کا اہتمام شروع کیا گیا ہے چنانچہ جو مواعظ ابتک طبع ہوچکے ہیں انکی فہرست مع قیمت درج ذیل ہے:۔

دعوات عبدیت	قیمت
دعوات عبدیت جلد اول مشتمل بر دس وعظ وسوا سو ملفوظات	عہ
" جلد دوم " و "	۸/عہ
" جلد سوم " و "	۱۰/عہ
" جلد چہارم " و "	۱۲/عہ
" جلد پنجم " و دو سو پچاس	۱۳/عہ
(باقی پانچ جلدیں دعوات عبدیت کی تیار ہورہی ہیں)	

(مواعظ متفرقات)					
النور	۲ر	الظہور	۲ر	فوائد الصحبة	۲ر
تذکیر الآخرة	۱ر	انقلابیت	۲ر	تجارۃ آخرۃ	۲ر
اشرف المواعظ کلاں جلد اول جس میں سات وعظ ہیں					۵ر
" جلد دوم " پانچ "					۵ر
اغلاط العوام					۱ر

ملنے کا پتہ:۔ محمد عبداللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون ضلع مظفرنگر